تیسرا باب

اسلامی جمہوریہ پاکستان میں آئینی ارتقاء
CONSTITUTIONAL DEVELOPMENT IN ISLAMIC REPUBLIC OF PAKISTAN

1۔ آئین کی ضرورت:

قوانین و قواعد وضوابط کے ایسے مجموعے کو آئین یا دستور کہا جاتا ہے، جو کسی ملک یا ریاست کا نظام یا کاروبارِحکومت چلانے کے لیے مرتب کیا جاتا ہے۔ اِس کا مقصدِ اوّل یہ ہوتا ہے کہ اُس ملک یا ریاست کے عوام آزاد، منظّم، پرُامن اور خوشحال زندگی گزار سکیں۔

اگر تاریخ اِنسانی پر نگاہ ڈالی جائے تو یہ پتہ چلتا ہے کہ ابتدائی دور کا اِنسان چھوٹے کنبہ کی صورت میں رہتا تھا۔ ہر کنبہ یا خاندان کے اپنے قواعد وضوابط اور طرز زندگی ہوتا تھا۔ بعد میں بہت سے کنبوں نے مل کر چھوٹا یا بڑا قبیلہ بنالیا تا کہ اپنی بے شمار معاشی، اقتصادی، معاشرتی اور دفاعی ضروریات کو باہمی طور پر پورا کیا جائے۔ اِس کے بعد وقت گزرنے کے ساتھ اور آبادی میں اضافے کی وجہ سے اُنھوں نے یہ محسوس کیا کہ وہ کسی خاص علاقے میں زیادہ بڑی اکائیوں میں خود کو منظّم کریں۔ ایسی قلمرو یا علاقے کی اساس زبان، تہذیب وثقافت اور رسوم ورواج پر تھی۔ اِسی کے نتیجے میں مختلف مما لک اور ریاستیں وجود میں آئیں۔ کسی بھی ملک یا ریاست کا نظام یا کاروبارِحکومت چلانے کے لیے کئی ادارے وجود میں آتے ہیں اور ہر ادارے کے لیے قواعدِ وضوابط مرتب کیے جاتے ہیں۔ اِن اداروں کو چلانے کے لیے کچھ افراد کا تقرر کیا جاتا ہے۔ اِس طرح ایک نظامِ حکومت وجود میں آتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں ادارے اور افراد مل کر حکومت بناتے ہیں۔ یہ حکومت پھر قواعد وقوانین وضوابط کو یکجا کرتی ہے۔ اِن قواعد وقوانین وضوابط کے مجموعے کو جن کی روشنی میں کاروبارِحکومت چلایا جاتا ہے اور جو حکومت کے مختلف شعبوں کے اختیارات اور اُن کے باہمی تعلقات نیز شہریوں کے حقوق کا تعین کرتے ہیں، آئین یا دستور کہتے ہیں۔ اِسی لیے کاروبارِحکومت چلانے کے لیے ایک آئین یا دستور کی ضرورت ہوتی ہے تا کہ کوئی بھی شخص آئین میں دی گئی حدودکو پار نہ کرسکے۔ اِس پوری گفتگو کا خلاصہ یوں بیان کیا جاسکتا ہے کہ:

(i) چھوٹے کنبے قبائل میں بدل گئے۔

(ii) قبائل ریاست یا مملکت میں ضم ہو گئے۔

(iii) ریاست کو کاروبارِ حکومت چلانے کے لیے اداروں اور شعبوں کی ضرورت تھی۔

(iv) شعبوں، اداروں اور افراد نے مل کر حکومت تشکیل دی۔

(v) کاروبارِ حکومت چلانے کے لیے قاعدے، قوانین اور ضابطے بنائیں گے۔

(vi) ان قاعدوں، قوانین اور ضوابط کے مجموعے کو آئین یا دستور کہا جاتا ہے۔

اِس لیے حکومت کے معاملات کو چلانے کے لیے آئین اور دستور کی ضرورت ہوتی ہے۔ اِس کا واضح مقصد یہ ہے کہ قانون کی نگاہ میں سب برابر ہیں اور جو کوئی اِن قوانین کی خلاف ورزی کرتا ہے اُس کو اُس کے انجام تک پہنچایا جائے۔

جب پاکستان معرضِ وجود میں آیا تو اِس کی فوری اور اشد ضرورت یہ تھی کہ آئین بنایا جائے۔ یہ فیصلہ کیا گیا کہ جب تک نیا آئین اور دستور نہیں بنتا ہے اُس وقت تک حکومت ِ ہند قانون 1935ء (گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ 1935ء) کو چند ضروری اصلاحات کے ساتھ عبوری آئین کے طور پر قبول کر لیا جائے۔

2۔ قراردادِ مقاصد 1949ء

پاکستان کے آئینی ارتقاء کی تاریخ میں قراردادِ مقاصد ایک انتہائی اہم دستاویز اور آئین سازی میں بنیادی قدم ہے۔ اُسے 12 مارچ 1949ء کو منظور کیا گیا۔ اِس قرارداد میں اسلام کو پاکستان کی اساس قرار دیا گیا ہے۔ اس قراردادِ مقاصد میں کہا گیا کہ تمام اختیارات اور اقتدارِ اعلیٰ کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ جمہوریت، آزادی، مساوات اور معاشرتی انصاف کے وہ سنہرے اصول و تصورات جو اسلام نے پیش کیے ہیں نافذ کیے جائیں گے تاکہ لوگ اپنی زندگیوں کو اسلام کے اصولوں کے مطابق ڈھال سکیں۔ اسلامی تصورات کے نفاذ پر اِس لیے اصرار کیا گیا کیوں کہ جدوجہدِ پاکستان کا مقصد ہی یہ تھا کہ برصغیر کے مسلم عوام کو ایک ایسی ریاست مل جائے جہاں وہ اپنے دین و مذہب کے مطابق زندگی گزار سکیں۔ اس لیے یہ انتہائی ضروری تھا کہ اسلام کو حکومت اور ریاستی پالیسی کی بنیاد بنایا جائے۔

قراردادِ مقاصد 1949ء کے نمایاں خدوخال:

(i) اِس قرارداد میں اِس بات کی وضاحت کر دی گئی کہ ساری کائنات کا مالک اور مقتدرِ اعلیٰ اللہ تعالیٰ ہے۔ اقتدار مسلمانوں کے پاس اللہ کی امانت ہے اور اِس اقتدار کو اسلام کی مقرر کردہ حدود کے اندر رہ کر استعمال کیا جائے گا جو عوام کے منتخب نمائندے استعمال کریں گے۔

(ii) اسلام کے پیش کردہ جمہوریت، مساوات اور عدلِ اجتماعی (معاشرتی عدل) کے اصول اور تصورات ملک میں نافذ کیے جائیں گے۔

(iii) مسلمانوں کو اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگیاں قرآنِ مجید اور سنت میں پیش کردہ اصولوں کے مطابق گزارنے کے لیے بہتر اور مناسب ماحول فراہم کیا جائے گا۔

(iv) تمام اقلیتوں کے حقوق کا تحفظ کیا جائے گا۔ اُن کو اپنے اپنے مذاہب کی پیروی کرنے اور اپنی ثقافت کو فروغ دینے کے لیے پوری آزادی ہوگی۔

(v) پاکستان ایک وفاقی ریاست ہوگا۔ آئین میں متعین کردہ حدود کے اندر رہتے ہوئے تمام صوبوں کو خودمختاری حاصل ہوگی۔

(vi) عوام کے بنیادی حقوق اور عدلیہ کی آزادی کو یقینی بنایا جائے گا۔

قراردادِ مقاصد کی منظور کے بعد پہلی دستور ساز اسمبلی نے آئین سازی کا کام شروع کر دیا۔ دستور ساز اسمبلی نے کئی کمیٹیاں تشکیل دیں۔ اس موضوع پر تفصیلی مطالعے اور گہرے غور و خوص کے بعد اِن کمیٹیوں نے اپنی سفارشات رپورٹ کی صورت میں دستور ساز اسمبلی کو پیش کر دیں۔ لیکن یہ سفارشات شرمندہ تعبیر نہ ہوسکیں بلکہ گورنر جنرل غلام محمد نے 24 اکتوبر 1954ء کو دستور ساز اسمبلی کو ہی توڑ دیا۔ پس اس دستور ساز اسمبلی کی سات سال کی عمر (1947ء تا 1954ء) کے دوران ملک کے لیے آئین نہیں بنایا جاسکا۔ اِس کی وجوہات میں سیاسی بحران و عدم استحکام اور سیاسی جماعتوں کی اقتدار کے لیے جنگ شامل ہیں۔

3۔ 1956ء کا آئین:

جون 1955ء میں دوسری دستور ساز اسمبلی منتخب ہوئی اور آئین سازی کا کام شروع ہوا اور ایک سال سے بھی کم عرصے میں ملک کا آئین تیار کیا گیا، جو 23 مارچ 1956ء کو نافذ ہوا۔

1956ء کے آئین کے نمایاں خدوخال:

(i) اِس آئین کے ابتدائیہ میں یہ کہا گیا کہ حاکمیت اور اقتدارِ اعلیٰ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور پاکستان کو اسلامی جمہوریہ قرار دیا گیا۔

(ii) ملک میں وفاقی پارلیمانی نظامِ حکومت قائم کیا گیا۔

(iii) گورنر جنرل کی جگہ صدر نے لے لی۔

(iv) حکومت کے وفاقی نظام کے تحت مرکز اور پاکستان کے دونوں صوبوں یعنی سابقہ مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان کے درمیان اختیارات کا تعین کیا گیا۔

(v) اِس بات کی ضمانت دی گئی کہ مسلمانوں کو اسلامی تعلیمات کے مطابق زندگی گزارنے کے تمام مواقع مہیا کیے جائیں گے۔

(vi) حکومتِ پاکستان دنیا کے تمام مسلم ممالک سے قریبی اور دوستانہ تعلقات قائم کرے گی۔

(vii) سربراہِ مملکت ایک مسلمان ہوگا۔

(viii) کوئی ایسا قانون نافذ نہیں کیا جائے گا جو اسلامی اصولوں (قرآن وسنّت) کے خلاف ہو اور اگر ایسا کوئی قانون موجود ہوگا تو اُس میں ترمیم کی جائے گی۔

(ix) صدر پاکستان ایک کمیشن تشکیل دیں گے جو تمام موجودہ قوانین کا جائزہ لے گا اور اِن میں ضروری ترامیم کی سفارش کرے گا۔

(x) غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق کو مناسب تحفظ فراہم کیا گیا۔

1956ء کا آئین بدقسمتی سے صرف ڈھائی سال تک نافذ رہا۔ سیاسی سازشوں، باہمی چپقلش اور ملک کی بدتر اقتصادی صورتِ حال نے فوج کو یہ موقع فراہم کیا کہ وہ ملک کا نظم ونسق سنبھال لے۔ 7 اکتوبر 1958ء کو مارشل لا نافذ کر دیا گیا۔ افواجِ پاکستان کے سپہ سالار (کمانڈر انچیف) جنرل محمد ایوب خان نے حکومتِ پاکستان کے اختیارات سنبھال لیے۔ 1956ء کا آئین منسوخ کر دیا گیا اور تمام وفاقی اور صوبائی اسمبلیاں توڑ دی گئیں۔ اس طرح پاکستان پھر تقریباً تین سال آٹھ ماہ تک بے دستور ملک رہا۔

4۔ 1962ء کا آئین:

جنرل محمد ایوب خان نے ایک نیا آئین تیار کروایا جسے 8 جون 1962ء کو ملک میں نافذ کیا گیا۔ ملک سے مارشل لا اُٹھا لیا گیا۔ اِس آئین کو 1962ء کا آئین کہا جاتا ہے۔

1962ء کے آئین کے نمایاں خدوخال:

(i) قراردادِ مقاصد۔ 1949ء کو آئین کے ابتدائیہ (Preamble) میں شامل کیا گیا۔

(ii) عوامی نمائندے قرآن وسنّت کی مقرر کردہ حدود کے اندر اپنے اختیارات استعمال کر سکتے ہیں۔

(iii) 1962ء کے آئین میں پاکستان کو اسلامی جمہوریہ قرار دیا گیا تھا۔

(iv) قرآن وسنّت کے خلاف کوئی قانون نافذ نہیں کیا جائے گا۔ عوام کو تمام مواقع اور سہولتیں مہیا کی جائیں گی تاکہ وہ قرآن وسنّت کی تعلیمات کے مطابق اپنی زندگیاں گزار سکیں۔

(v) اسلامی مشاورتی کونسل قائم کی گئی جس کا مقصد یہ تھا کہ قوانین میں غیر اسلامی دفعات کی نشاندہی کرے اور اِن قوانین مین ایسی ترامیم کی سفارش کرے جو اُنھیں اسلامی اصولوں (قرآن و سنت) کے مطابق ڈھال دے۔

(vi) تمام اختیارات ایک فرد یعنی صدر کی ذات میں جمع کر دیے گئے۔

(vii) ملک میں صدارتی طرزِ حکومت رائج کیا گیا۔

(viii) بنیادی جمہوریت کے نظام کو آئین کا حصہ بنا دیا گیا۔

(ix) صدر، قومی و صوبائی اسمبلی کے اراکین کے لیے انتخابات کا بالواسطہ نظام رائج کیا گیا۔

1962ء کا آئین تقریباً سات سال تک نافذ رہا کہ اچانک 1968ء کے آخر اور 1969ء کے اوائل (دسمبر 1968ء تا مارچ 1969ء) میں صدر ایوب خان کی حکومت کے خلاف اور ملک میں جمہوریت کی بحالی کے لیے عوام نے ایک زبردست تحریک چلائی۔ پورے ملک میں تشدد کی لہر پھیل گئی۔ شدید فسادات، ہنگاموں اور شورشوں کے باعث 25 مارچ 1969ء کو صدر ایوب نے اپنے عہدے سے استعفیٰ دے دیا اور اُس وقت کے برّی افواج کے کمانڈر انچیف جنرل یحییٰ خان نے 1962ء کے آئین کو منسوخ کر دیا اور ملک میں دوبارہ مارشل لا نافذ کر دیا۔

5۔ 1973ء کا آئین

مارچ 1969ء میں مارشل لا کے نفاذ کے وقت یہ وعدہ کیا گیا کہ بالغ رائے دہی کی بنیاد پر منتخب پاکستان کی نئی دستور ساز اسمبلی ایک نیا آئین تیار کرے گی۔ اِس مقصد کے لیے مارچ 1970ء میں "لیگل فریم ورک آرڈر" (ایل ایف او) جاری کیا گیا۔ ایل ایف او میں صوبائی اور قومی اسمبلی کے اراکین کی تعداد اور انتخابات کے انعقاد کے لیے ہدایات فراہم کی گئی تھیں اور آئین کی تیاری کے لیے بنیادی اصول طے کر دیئے گئے۔

دسمبر 1970ء میں ملک میں عام انتخابات منعقد ہوئے تا کہ منتخب نمائندے ملک کے لیے آئین بنا سکیں۔ بدقسمتی سے انتخابات کے انعقاد کے فوراً بعد ملک میں زبردست سیاسی بحران اور ہل چل پیدا ہو گئی جس کا بالآخر نتیجہ یہ نکلا کہ دسمبر 1971ء میں مشرقی پاکستان متحدہ پاکستان سے علیحدہ ہو گیا۔ مشرقی پاکستان بنگلہ دیش کے نام سے ایک علیحدہ آزاد ملک بن گیا۔

مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے بعد مغربی پاکستان کے منتخب اراکین کو نیا آئین بنانے کے لیے کہا گیا۔ حکومت اور

حزبِ اختلاف کے نمائندوں پر مشتمل 25 اراکینِ اسمبلی کی ایک کمیٹی بنائی گئی جس کے سپرد یہ کام دیا گیا کہ وہ ملک کے لیے مستقل آئین کا مسودہ تیار کرے۔ کمیٹی کا تیار کردہ مسودہ اپریل 1973ء میں منظور کرلیا گیا اور 14 اگست 1973ء کو یہ آئین ملک میں نافذ کر دیا گیا۔

1973ء کے آئین کے نمایاں خدوخال:

(i) 1973ء کے آئین کی بنیاد بھی قراردادِ مقاصد پر رکھی گئی تھی۔

(ii) ملک کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان رکھا گیا اور اسلام کو ریاست کا سرکاری مذہب قرار دیا گیا۔

(iii) مسلمان کی تعریف کو آئین کا حصہ بنایا گیا اور یہ کہا گیا کہ ''ایسا شخص مسلمان ہے جو اللہ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ کے آخری نبی ہونے پر کامل ایمان رکھتا ہو''۔

(iv) سربراہِ مملکت یعنی صدر اور سربراہِ حکومت یعنی وزیرِاعظم مسلمان ہوں گے۔

(v) قراردادِ مقاصد کو آئین میں ابتدائیہ (Preamble) کے طور پر شامل کیا گیا جس میں کہا گیا ہے کہ تمام کائنات کا مالک، حاکمِ اعلیٰ اور مقتدرِ اعلیٰ اللہ تعالیٰ ہے اور عوام کے پاس اختیار و اقتدار اللہ کی امانت ہے جس کو وہ اللہ کی مقرر کردہ حدود کے اندر رہتے ہوئے استعمال کر سکتے ہیں۔

(vi) ملک میں وفاقی پارلیمانی نظام رائج کیا گیا۔ وزیرِاعظم کو بہت زیادہ اختیارات دیئے گئے۔ صدرِ مملکت کے اختیارات کو بہت محدود کر دیا گیا۔ عملی طور پر صدرِ مملکت وزیرِ اعظم کی رضامندی کے بغیر اہم احکامات جاری نہیں کرسکتا تھا۔

(vii) پاکستان میں پہلی مرتبہ دو ایوانوں پر مشتمل پارلیمان قائم کی گئی۔ ایوانِ بالا کا نام سینیٹ اور ایوانِ زیریں کا نام قومی اسمبلی رکھا گیا۔

(viii) صوبائی حکومتوں کو صوبائی خودمختاری دی گئی۔

(ix) عوام کے حقوق کے تحفظ کے لیے عدلیہ کی آزادی کے لیے ضروری تحفظات مہیا کیے گئے۔

(x) آئین کی رو سے ایک اسلامی نظریاتی کونسل قائم کی گئی تا کہ وہ اسلامی اصولوں کے مطابق حکومت کی رہنمائی کرے۔ یہ ایک مشاورتی ادارہ ہے جو وفاقی اور صوبائی حکومتوں کو ایسے اقدام کے لیے سفارشات پیش کرتا ہے جو مسلمانوں کو اسلامی اصولوں وضوابط کے مطابق زندگی گزارنے میں مددگار ثابت ہوں۔ یہ کونسل موجودہ قوانین کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کے لیے بھی اپنی رائے دے سکتی ہے۔

(xi) مسلم ممالک سے قریبی تعلقات قائم کرتے ہوئے اسلامی اتحاد و اتفاق و یک جہتی کو پروان چڑھانا۔

(xii) اسلامی تعلیمات اور عربی زبان کو فروغ دینے کے لیے ضروری اقدامات کرنا۔

6۔ مشرقی پاکستان کی علیحدگی:

14 اگست 1947ء کو پاکستان دو حصوں میں وجود میں آیا، یعنی مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان۔ 1971ء میں مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے وقت تک یہ ایک ہی ملک رہا۔ مشرقی پاکستان کے زوال یا علیحدگی کے اسباب مندرجہ ذیل ہیں:

(i) مشرقی اور مغربی پاکستان کا جغرافیائی محل وقوع:

پاکستان کا ان دونوں حصوں کے درمیان تقریباً سولہ سو کلو میٹر کا فاصلہ تھا اور درمیان میں بھارت اور سمندر حائل ہے اسی لیے دونوں حصوں کے عوام ایک دوسرے کے زیادہ قریب نہیں آسکے۔ اس کی وجہ سے مشرقی اور مغربی پاکستان کے عوام کے درمیان غلط فہمیاں پیدا ہو گئیں۔ بھارت نے کبھی بھی برصغیر کی تقسیم اور قیامِ پاکستان کو دل سے قبول نہیں کیا تھا۔ اُس نے ان غلط فہمیوں کا فائدہ اُٹھانا شروع کر دیا اور مشرقی پاکستان کے لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے اُس نے مغربی پاکستان کے خلاف من گھڑت اور جھوٹا پروپیگنڈہ شروع کر دیا۔ اِس پروپیگنڈہ نے دونوں صوبوں کے عوام میں بداعتمادی پیدا کر دی جس سے شدید نقصان پہنچا۔

(ii) معاشرتی اور سماجی ڈھانچے میں فرق:

دونوں صوبوں کے عوام کے مسائل بہت مختلف تھے۔ اِس لیے اُن کے مابین ایک دوسرے سے آگاہی پروان نہیں چڑھ سکی۔ مشرقی پاکستان کے افسران کا رویہ زیادہ دوستانہ تھا اور وہ عوام کے زیادہ قریب تھے۔ اُنھوں نے اپنے عوام کے مسائل حل کرنے کی کوشش کی۔ اس کے مقابلے میں مغربی پاکستان کے افسران مشرقی پاکستان میں تعینات کیے جاتے تھے۔ اُن کا رویہ مشرقی پاکستان کے عوام کے ساتھ بالکل مختلف اور جداگانہ ہوتا تھا۔ وہ عوام سے فاصلہ کے اصول پر عمل کرتے تھے۔ اِس کی وجہ سے مغربی پاکستان کے خلاف نفرت کا احساس پیدا ہوا۔ مشرقی پاکستان کے عوام یہ سمجھتے تھے کہ اُنھیں حکومت کے عمل دخل اور نظم و نسق میں جائز اور حقیقی حصہ دار نہیں بنایا گیا ہے۔

(iii) مارشل لا:

بار بار مارشل لا کے نفاذ نے بھی مشرقی پاکستان کے عوام میں احساسِ محرومی پیدا کر دیا تھا۔ جنرل محمد ایوب خان

سیاستدانوں کو یہ الزام دیتے تھے کہ وہ پارلیمانی حکومت کی ناکامی کے ذمہ دار ہیں جب کہ عوامی رہنما یہ یقین رکھتے تھے کہ پارلیمانی نظامِ حکومت کے قیام میں مارشل لا سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ اِس طرح ملک میں جمہوریت پروان نہیں چڑھ سکی۔

(iv) زبان کا مسئلہ:

سرکاری زبان کے مسئلے پر مشرقی پاکستان کے عوام کو وفاقی حکومت کی پالیسی سے اختلاف تھا۔ حکومت کے خلاف مظاہرے ہوئے اور کئی بنگالی طلبا کی جان قربان ہوگئی۔ اس سے بھی بنگالیوں کے ذہنوں میں اشتعال پیدا ہوا۔

(v) صوبائی خودمختاری:

مشرقی پاکستان مکمل صوبائی خودمختاری چاہتا تھا۔ اس مطالبے کو اُس وقت تک تسلیم نہیں کیا گیا جب تک بھارت نے 1971ء میں مشرقی پاکستان پر حملہ نہیں کر دیا۔ اگر یہ مطالبہ پہلے ہی تسلیم کر لیا جاتا تو شاید مشرقی پاکستان علیٰحدہ نہ ہوتا۔

(vi) معاشی اور اقتصادی محرومی اور پروپیگنڈہ:

عوامی لیگ کے قائد شیخ مجیب الرحمٰن نے بنگال میں یہ پروپیگنڈہ اور تشہیر کرنا شروع کر دیا کہ بنگالیوں کو معاشی اور اقتصادی طور پر محروم رکھا گیا ہے۔ اُس نے مشرقی پاکستان کے علیٰحدہ اقتصادی نظام کا مطالبہ کر دیا۔ اُس نے عوامی لیگ کا چھ نکاتی منشور پیش کیا۔ ملک کی دیگر جماعتوں نے شیخ مجیب الرحمٰن کی تجاویز کو رد کر دیا۔ اُس نے بھارت کے ساتھ خفیہ تعلقات جوڑنے شروع کر دیئے۔ آل انڈیا ریڈیو نے اپنے پروگراموں کے ذریعے بنگالیوں کے دلوں میں مغربی پاکستان کے عوام کے خلاف نفرت پیدا کر دی۔

(vii) ہندو اساتذہ کا کردار:

مشرقی پاکستان کے تعلیمی اداروں میں ہندو اساتذہ کی ایک کثیر تعداد پڑھا رہی تھی۔ اُنھوں نے ایسا ادب اور لٹریچر تیار کیا جس کی بدولت بنگالیوں کے ذہنوں میں مغربی پاکستان کے عوام کے خلاف منفی جذبات اور خیالات پروان چڑھے۔

(viii) بین الاقوامی سازشیں:

مشرقی پاکستان میں تقریباً دس ملین (ایک کروڑ) ہندو اقلیت آباد تھی۔ ہندوؤں کے مفادات کے تحفظ کے لیے بھارت اُن کی پُشت پناہی کرتا تھا۔ بھارت مشرقی پاکستان کو علیٰحدہ کرنا چاہتا تھا تاکہ ہندوؤں کی معاشی اور اقتصادی حیثیت

مزید مستحکم ہو سکے۔ بے شمار ہندو بھارت کے لیے جاسوسی کرتے تھے۔ روس بھی پاکستان مخالف تھا۔ کیونکہ پاکستان نے امریکہ کو اپنے ہاں فوجی اڈے قائم کرنے کی اجازت دے دی تھی۔ دوسری جانب خود امریکہ بھی مشرقی پاکستان کی علیحدگی چاہتا تھا۔ اِن حالات میں روس نے پاکستان پر بھارت کے حملے اور جارحیت کی کھل کر حمایت کی۔

(ix) 1970ء کے انتخابات میں شیخ مجیب کی اکثریت:

1970ء کے عام انتخابات میں شیخ مجیب الرحمٰن کی عوامی لیگ نے مشرقی پاکستان میں واضح اکثریت اور برتری حاصل کر لی اور 169 نشستوں میں سے 167 پر کامیابی حاصل کر لی۔ انتخابات میں اکثریت حاصل ہونے کے بعد شیخ مجیب الرحمٰن نے اپنے مطالبات میں اضافہ کرنا شروع کر دیا لیکن اُس وقت کے فوجی حکمرانوں نے اِن مطالبات کو نظر انداز کر دیا۔

(x) مشرقی پاکستان میں فوجی کارروائی:

دسمبر 1970ء کے عام انتخابات کے بعد مشرقی پاکستان میں امن و امان کی صورتِ حال بد سے بدتر ہوتی چلی گئی۔ اس صورت حال کا سیاسی حل ڈھونڈنے کی بجائے اُس وقت کی فوجی حکومت نے عوامی لیگ کو کچلنے کا فیصلہ کیا۔ جنرل یحییٰ خان نے عوامی لیگ کو غیر قانونی جماعت قرار دے دیا اور عوامی لیگ کی سیاسی سرگرمیوں پر پابندی عائد کر دی۔ اس نے بھڑکتے ہوئے شعلوں کو مزید ہوا دی۔ عوامی لیگ کی علیحدگی کی تحریک کے خلاف فوج نے کارروائی شروع کر دی۔ اس کے نتیجے میں بنگالیوں میں زبردست نفرت پیدا ہوگئی اور انھوں نے بھی مسلّح جدوجہد شروع کر دی۔

(xi) بھارت کا حملہ:

فوجی کاروائی کے نتیجے میں عوامی لیگ کے رہنما اور بنگالیوں کی ایک کثیر تعداد بھارت فرار ہوگئی۔ بھارت نے پاکستان کے اندرونی معاملات میں مداخلت شروع کر دی۔ بھارت نے یہ گمراہ کن پروپیگنڈہ شروع کر دیا کہ مشرقی پاکستان کے لاکھوں پناہ گزینوں کی وجہ سے اُس کی سلامتی کو خطرہ لاحق ہو گیا ہے۔ مشرقی پاکستان میں فوجی کارروائی کو بھارت نے اپنے اوپر حملہ قرار دیا۔ شیخ مجیب الرحمٰن نے مکتی باہنی (آزادی کی فوج) کے نام سے ایک نیم فوجی دستہ ترتیب دیا تھا۔ اس دستے نے پاکستانی فوج کے خلاف گوریلا جنگ کا آغاز کر دیا۔ اِس کی حمایت میں بھارت نے بھی پاکستانی فوج پر حملے شروع کر دیے۔ 3 دسمبر 1971ء کو پاکستان اور بھارت کے درمیان باقاعدہ جنگ کا آغاز ہو گیا۔ اندرونِ ملک عوام کی حمایت نہ ہونے اور رسد اور کمک کے انتظامات نہ ہونے کی وجہ سے 16 دسمبر 1971ء کو پاکستان کی فوج نے بھارتی فوج کے سامنے ہتھیار ڈال دیے۔ جبکہ مغربی پاکستان کے محاذ پر بغیر کسی بڑے حملے کے جنگ بند کر دی گئی۔ 16 دسمبر کو مشرقی پاکستان

"بنگلہ دیش" کے طور پر ایک آزاد ملک بن گیا۔

7۔ بنگلہ دیش کو تسلیم کرنا:

دنیا کے اکثر ممالک نے بنگلہ دیش کو فوراً ہی ایک آزاد و خود مختار ملک کی حیثیت سے تسلیم کر لیا لیکن مشرقی پاکستان کی علیحدگی اور بنگلہ دیش کے قیام سے مغربی پاکستان کے محبِّ وطن عوام کو شدید صدمہ پہنچا۔ وہ اِس کو پاکستان کے لیے عظیم المیہ تصور کر رہے تھے اور اِس سے پاکستان کی وحدت اور اتحاد کو شدید دھچکہ پہنچا تھا۔ تاہم 22 فروری تا 24 فروری 1974ء کو لاہور میں دوسری اسلامی سربراہی کانفرنس منعقد ہوئی۔ اس کانفرنس میں مسلم ریاستوں کے تقریباً چالیس وفود نے شرکت کی۔ یہ پاکستان کے لیے ایک بہت بڑا موقع تھا۔ اپنے بہت سے اعلیٰ مرتبت سربراہانِ مملکت پاکستان کے دورے پر آئے ہوئے تھے۔ یہ پہلا موقع تھا اسلامی اخوت، دوستی اور بھائی چارے کے اثر انگیز مناظر نظر آئے۔ اس سربراہی کانفرنس میں مسلم دنیا کو درپیش تمام مسائل زیرِ بحث آئے۔ مشرقِ وسطیٰ کا مسئلہ بہت تفصیل سے زیرِ بحث آیا۔ اخوت اور بھائی چارے کے جذبات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے بنگلہ دیش کو بھی اس کانفرنس میں مدعو کیا گیا۔ اس موقع پر پاکستان نے بنگلہ دیش کو بطور آزاد ریاست تسلیم کر لیا۔ شیخ مجیب الرحمٰن کو سربراہ کانفرنس میں خوش آمدید کہا گیا۔

8۔ پاکستان کی ترقی و خوشحالی میں ہمارا کردار:

پاکستان ایک عطیہ خداوندی ہے۔ اس کا استحکام اور خوشحالی تمام پاکستانیوں کی ذمہ داری ہے۔ پاکستان مخالف عناصر اور قوتیں بحیثیت ملک پاکستان کو اور بحیثیت قوم مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے درپہ ہیں۔ اِن حالات میں ہماری ذمّہ داریاں ہمہ جہتی ہیں۔ پاکستان کے استحکام اور خوشحالی کے لیے ہمارا کردار حسبِ ذیل ہونا چاہیے:

(i) ہمیں سخت محنت سے کام کرنا چاہیے اور قومی نشو و نما اور فروغ کے تمام شعبوں میں ترقی کرنی چاہیے تاکہ ملک خوشحال اور معاشی طور پر آزاد ہو۔

(ii) ہمیں لسانیت اور علاقائیت سے بلند ہو کر سوچنا چاہیے۔

(iii) ہمیں اپنے قول و فعل سے پاکستان سے محبت اور حب الوطنی کا اظہار کرنا چاہیے۔

(iv) ہمیں اپنی نوجوان (نئی) نسل کو تعلیم یافتہ بنانا چاہیے اور ملک کے دور دراز علاقوں اور کونے کونے تک تعلیم کو پھیلا دینا چاہیے کیونکہ لوگوں میں شعور بیدار کرنے کے لیے تعلیم واحد ذریعہ ہے۔

(v) ہمیں خود انحصار ہونے کی کوشش کرنے چاہیے اور غیروں سے بھاری قرضے اور امداد لینے سے پرہیز

کرنا چاہیے۔ یہ صرف سخت محنت اور جانفشانی سے ہی ممکن ہے۔

(vi) ہمیں ایسا نظامِ حکومت تشکیل دینا چاہیے جو معاشرتی عدل وانصاف اور اخوت پر مبنی ہو۔ تمام برائیوں، بدعنوانیوں اور بے ایمانیوں سے بچنا چاہیے۔

(vii) بطورِ پاکستانی ہمیں فخر محسوس کرنا چاہیے۔

مشق

(الف) مندرجہ ذیل سوالات کے جواب دیجیے:

1۔ کسی ملک کے لیے آئین یا دستور کیوں ضروری ہے؟

2۔ قراردادِ مقاصد کے اہم خدوخال کیا ہیں؟

3۔ 1956ء کے آئین کے امتیازی خدوخال بیان کیجیے۔

4۔ مشرقی پاکستان مغربی پاکستان سے کیوں علیحدہ ہوا؟

5۔ ملک میں خوشحالی لانے کے لیے پاکستانیوں کو کیا کردار ادا کرنا چاہیے۔

6۔ 1973ء کے آئین کے اہم نکات تحریر کیجیے۔

(ب) خالی جگہوں کو پُر کیجیے:

(i) ابتدائی انسان چھوٹی ۔۔۔۔۔۔۔۔ اکائیوں میں رہتا تھا۔

(ii) اپنے قیام کے فوراً بعد پاکستان کو ایک ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کی ضرورت تھی۔

(iii) 1956ء کے آئین کے ابتدائیہ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ۔۔۔۔۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔

(iv) تقریباً ۔۔۔۔۔۔ سربراہانِ مسلم ریاستوں نے دوسری اسلامی سربراہی کانفرنس میں شرکت کی تھی۔

(v) پاکستان نے ۔۔۔۔۔۔ سربراہ کانفرنس کے دوران بنگلہ دیش کو تسلیم کیا۔

(vi) 1973ء کے آئین کی بنیاد ۔۔۔۔۔۔۔۔ پر رکھی گئی ہے۔

(vii) پاکستان کی پہلی دستور ساز اسمبلی ۔۔۔۔۔۔۔۔ نے توڑ دی تھی۔

(viii) پاکستان کے تینوں آئینوں میں یہ کہا گیا ہے کہ اقتدارِ اعلیٰ اور حاکمیتِ اعلیٰ ۔۔۔۔۔۔ کے پاس ہے۔

چوتھا باب

پاکستان کی سرزمین اور آب و ہوا
LAND AND CLIMATE OF PAKISTAN

1۔ محلِ وقوع:

اسلامی جمہوریہ پاکستان 23.35° اور 37.05° شمالی عرض البلد اور 60.50° اور 77.50° مشرقی طول البلد کے درمیان واقع ہے۔ اس کا کل رقبہ 796096 مربع کلومیٹر ہے۔

پاکستان چار صوبوں، وفاقی دارالحکومت اور وفاق کے زیرِ انتظام قبائلی علاقوں (فاٹا) پر مشتمل ہے۔ رقبے کے لحاظ سے صوبہء بلوچستان سب سے بڑا صوبہ ہے۔ اِس کا رقبہ 3,47,190 مربع کلو میٹر ہے۔ پنجاب کا رقبہ 2,05,345 مربع کلو میٹر ہے۔ جبکہ صوبہء سندھ کا رقبہ 1,40,914 مربع کلومیٹر اور خیبر پختونخوا صوبے کا رقبہ 74,521 مربع کلومیٹر ہے جبکہ وفاقی دارالحکومت اسلام آباد کا رقبہ 906 مربع کلومیٹر ہے۔

ایشیا کے نقشے پر نگاہ ڈالیے۔ پاکستان ایشیا کے جنوب میں واقع ہے۔ اِسی لیے اس کو جنوبی ایشیا کا حصہ سمجھا جاتا ہے۔

پاکستان کے جنوب مغرب میں ایران واقع ہے۔ جس کی پاکستان کے ساتھ تقریباً 800 کلومیٹر طویل مشترکہ سرحد ہے۔ ایران پاکستان کے ساتھ ریل اور سڑک کے ساتھ جڑا ہوا ہے۔

پاکستان کے مشرق میں بھارت واقع ہے۔ بھارت کے ساتھ پاکستان کی 1610 کلومیٹر طویل مشترکہ سرحد ہے۔ سندھ اور پنجاب کے صوبوں کے ساتھ یہ پاکستان سے مربوط ہے۔ ریل اور سڑک ذرائع نقل و حمل ہیں۔ بھارت کے مشرق میں کئی مسلم ممالک مثلاً بنگلہ دیش، ملائیشیا، انڈونیشیا اور برونائی دارالسلام واقع ہیں۔

پاکستان کے شمال میں چین واقع ہے۔ چین کے ساتھ پاکستان کی 585 کلومیٹر طویل مشترکہ سرحد ہے۔ شاہراہِ قراقرم کے راستے پاکستان چین سے جڑا ہوا ہے۔ تاجکستان بھی پاکستان کے شمال میں واقع ہے۔ صرف افغانستان کی ایک چھوٹی سی پٹی جسے واخان کہتے ہیں، پاکستان کو تاجکستان سے جدا کرتی ہے۔ پاکستان کے شمال مغرب میں افغانستان واقع ہے۔ پاکستان اور افغانستان کی مشترکہ بین الاقوامی سرحد 2252 کلومیٹر طویل ہے جو ڈیورنڈ لائن کہلاتی ہے۔

پاکستان کے جنوب میں بحیرۂ عرب ہے۔ بحیرۂ عرب کے ساتھ پاکستان کا تقریباً 1050 کلومیٹر طویل ساحلی علاقہ ہے۔ اِس ساحلی علاقے میں پاکستان کی بندرگاہیں بھی واقع ہیں۔ ان میں کراچی بندرگاہ، بن قاسم اور گوادر کی بندرگاہ اہم ہیں۔

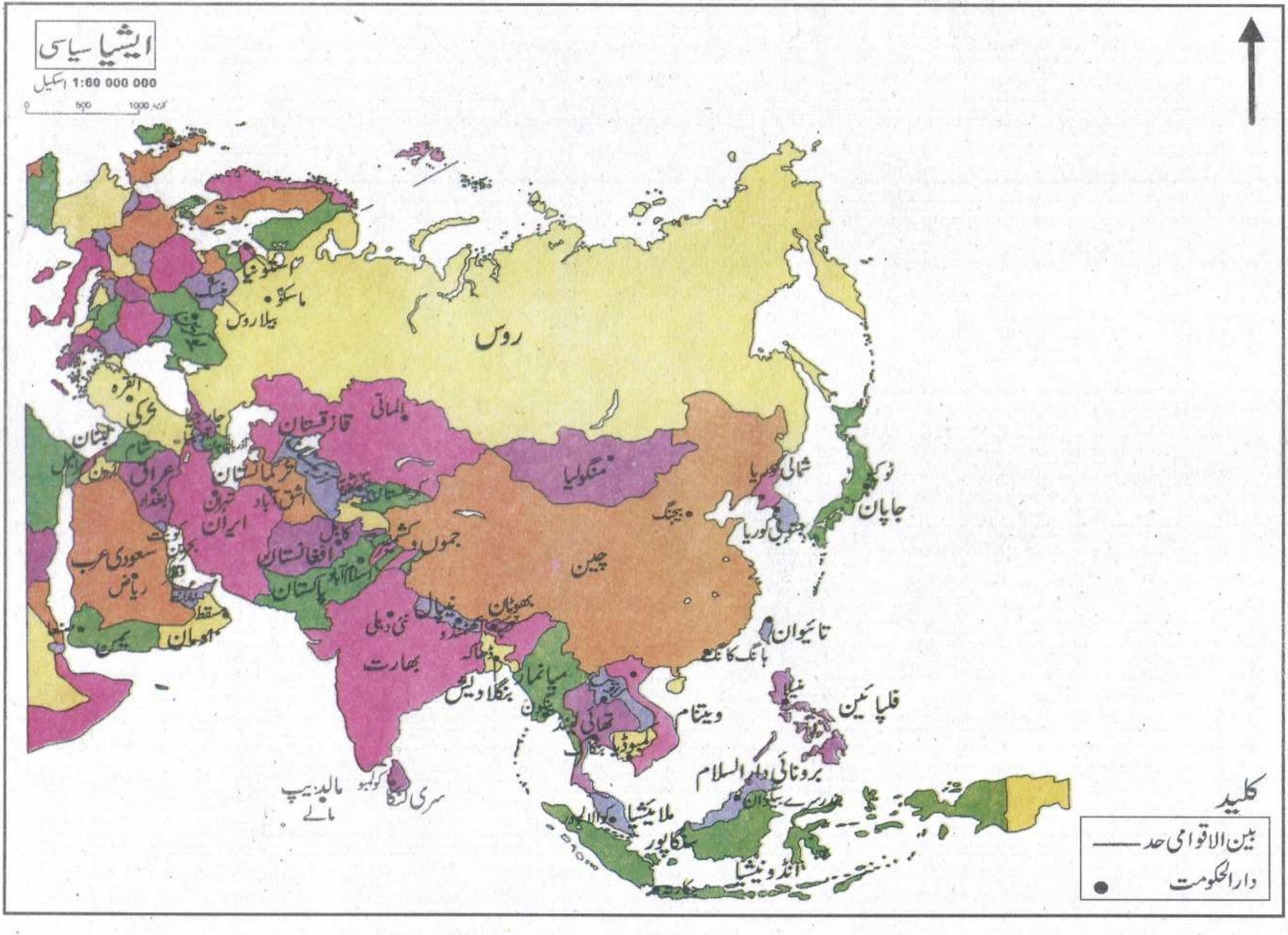
ایشیا سیاسی
اسکیل 1:60 000 000
0 500 1000 کلومیٹر
روس
ماسکو
بیلاروس
قازقستان
الماتی
منگولیا
چین
بیجنگ
شمالی کوریا
جنوبی کوریا
جاپان
ٹوکیو
تائیوان
ہانگ کانگ
ویتنام
فلپائن
برونائی دارالسلام
ملائیشیا
کوالالمپور
سنگاپور
انڈونیشیا
تھائی لینڈ
بنکاک
میانمار
ینگون
بنگلا دیش
ڈھاکہ
بھوٹان
نیپال
بھارت
نئی دہلی
سری لنکا
کولمبو
مالدیپ
مالے
پاکستان
اسلام آباد
افغانستان
کابل
جموں و کشمیر
ایران
تہران
ترکمانستان
اشک آباد
عراق
بغداد
شام
لبنان
اردن
ترکی
انقرہ
سعودی عرب
ریاض
یمن
اومان
مسقط
کلید
بین الاقوامی حد
دارالحکومت

پاکستان کے محلِ وقوع کی اہمیت

پاکستان کا محلِ وقوع بہت اہمیت کا حامل ہے کیونکہ پاکستان جس خطے میں واقع ہے، اس کی دفاعی، فوجی، اقتصادی اور سیاسی اہمیت نمایاں ہے۔ مندرجہ ذیل عوامل یا وجوہات کی بناء پر اس کی اہمیت عیاں ہے۔

(i) شمال میں یہ چین سے جڑا ہوا ہے۔ شاہراہ قراقرم کی برّی اور زمینی راستے سے چین اور پاکستان کو باہم ملاتی ہے۔ یہ شاہراہ سلسلہ قراقرم کی چٹانوں کو کاٹ کر بنائی گئی ہے اور یہ چین اور پاکستان کے مابین اہم تجارتی شاہراہ ہے۔ پاکستان کے چین کے ساتھ انتہائی دوستانہ تعلقات ہیں۔

(ii) پاکستان افغانستان کو تجارت کے لیے عبوری برّی اور بحری راستوں کی سہولت مہیا کرتا ہے۔

(iii) چین کے مغرب میں افغانستان کے علاقے کی ایک تنگ پٹی واخان، پاکستان کی شمالی سرحد کو تاجکستان سے جدا کرتی ہے۔ پاکستان نے وسطی ایشیا کے اِس ملک کے ساتھ انتہائی خوشگوار تعلقات قائم کر لیے ہیں۔

(iv) پاکستان کے مشرق میں بھارت واقع ہے۔ بھارت کے مشرق میں بنگلہ دیش، ملائیشیا، انڈونیشیا اور برونائی دارالسلام کے مسلم ممالک واقع ہیں۔ پاکستان کے اِن تمام ممالک سے انتہائی خوشگوار تعلقات ہیں۔

(v) پاکستان کی جنوب مغربی سرحد پر ایران واقع ہے۔ پاکستان، ایران اور ترکی اقتصادی تعاون کی تنظیم (ایکو) کے بنیادی اراکین ہیں۔ اِس تعاون کے نتیجے میں تمام رکن ممالک کے مابین انتہائی دوستانہ تعلقات قائم ہیں۔ ان ممالک نے باہمی دلچسپی کے کئی معاہدوں پر دستخط کیے ہیں۔

(vi) پاکستان تیل پیدا کرنے والے خلیجی ممالک کے نزدیک اور مغرب میں مراکش سے لے کر مشرق میں انڈونیشیا تک پھیلی ہوئی مسلم دنیا کے درمیان میں واقع ہے۔ بے شمار مغربی ممالک کا صنعتی ترقی کا انحصار خلیجی ممالک کی تیل کی پیداوار پر ہے۔ یہ تیل دوسرے ممالک کو بحیرۂ عرب کے ذریعے بھیجا جاتا ہے۔ اور کراچی بحیرۂ عرب کی انتہائی اہم بندرگاہ ہے۔

(vii) مشرقِ وسطیٰ اور خلیج کے مسلم ممالک سے پاکستان کے انتہائی دوستانہ تعلقات ہیں۔ پاکستان نے اِن ممالک کی ترقی میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ سعودی عرب اور عرب امارات جیسے ممالک پاکستانیوں کے لیے دوسرے گھر کی حیثیت رکھتے ہیں۔

(viii) کراچی ایک بین الاقوامی بندرگاہ اور ہوائی اڈا ہے۔ یہ ہوائی اور بحری راستوں سے یورپ کو ایشیا سے ملاتا ہے۔ وہ تمام ممالک جو مشرق وسطیٰ اور وسط ایشیائی ممالک سے رابطہ کرنا چاہتے ہیں وہ پاکستان کے محلِ وقوع کو نظر انداز نہیں کر سکتے۔

(ix) پاکستان میں وادیٔ سندھ اور گندھارا کی قدیم تہذیبیں ہیں اور سیاحت کے نقطۂ نظر سے یہ بہت اہمیت رکھتی ہیں۔ بے شمار سیّاح وادیٔ کاغان، سوات اور پاکستان کے شمالی علاقوں کی سیّاحت کو بہت پسند کرتے ہیں۔

(x) پاکستان، افغانستان اور ترکمانستان نے ایک معاہدے پر دستخط کیے ہیں جس کے تحت پاکستان کو افغانستان کے راستے گزرنے والی پائپ لائن کے ذریعے گیس مہیا کیا جائے گی۔ یہ منصوبہ ایک دوسرے کے مابین دوستانہ تعلقات کو پروان چڑھانے میں مددگار ثابت ہوگا۔ پاکستان کی رضامندی سے بھارت بھی اس منصوبے سے فائدہ اُٹھا سکتا ہے۔

(xi) پاکستان اور بھارت کے درمیان کشمیر اصل تنازع ہے۔ اگر اِن دونوں ممالک کے درمیان یہ مسئلہ حل ہو جاتا ہے تو پورے جنوبی ایشیا کے خطے میں امن قائم ہو جائے گا۔ تجارت کو فروغ ملے گا۔ دونوں ممالک کے درمیان خوشگوار سیاسی اور اقتصادی تعلقات سے اِس خطے میں غربت اور افلاس کے خاتمے میں مدد ملے گی۔

(xii) پاکستان دنیا کی ساتویں ایٹمی قوت ہے اور مسلم دنیا میں اِس کو انتہائی تحسین اور احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ چند فنیات (ٹیکنالوجی) میں یہ ایک ترقی یافتہ ملک ہے۔ مسلم ممالک کی نظریں پاکستان پر لگی ہیں کہ وہ کئی میدانوں میں مشترکہ ترقی اور فروغ کے لیے قائدانہ کردار ادا کرے گا اور رہنمائی کرے گا۔

2۔ پاکستان کے طبعی خدوخال:

پاکستان کی ارضی سطح کو طبعی خدوخال کے لحاظ سے مندرجہ ذیل چار بڑے حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

(1) پہاڑی سلسلے
(2) سطح مرتفع
(3) میدانی علاقے
(4) ریگستانی علاقے بشمول ساحلی علاقے

(1) پہاڑی سلسلے (سلسلہ کوہ):

پاکستان کے پہاڑی سلسلوں کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ یعنی اوّل شمالی اور شمال مشرقی پہاڑی سلسلہ اور شمال

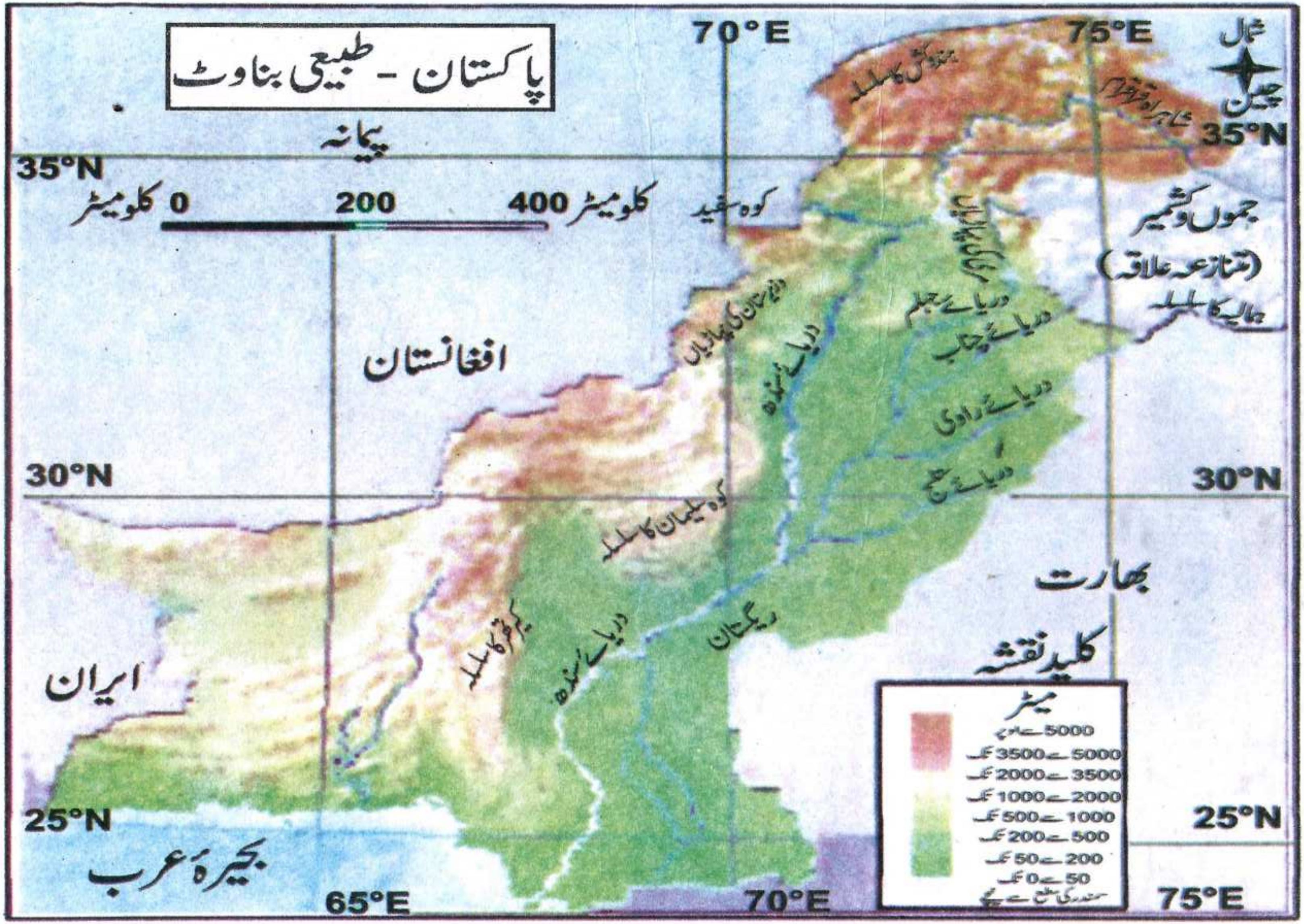

پاکستان - طبعی بناوٹ
پیمانہ
0 کلومیٹر
200
400 کلومیٹر
افغانستان
ایران
بحیرۂ عرب
بھارت
جموں وکشمیر
(متنازعہ علاقہ)
چین
شمال
کوہ سفید
کوہ سلیمان کا سلسلہ
دریائے سندھ
دریائے جہلم
دریائے چناب
دریائے راوی
دریائے ستلج
ریگستان
کلید نقشہ
میٹر
5000 سے اوپر
5000 سے 3500 تک
3500 سے 2000 تک
2000 سے 1000 تک
1000 سے 500 تک
500 سے 200 تک
200 سے 50 تک
50 سے 0 تک
سمندر کی سطح سے نیچے
35°N
30°N
25°N
65°E
70°E
75°E

مغربی اور مغربی پہاڑی سلسلہ۔

اوّل۔شمال مشرقی پہاڑی سلسلہ:

اس حصے میں کوہِ ہمالیہ اور کوہِ قراقرم شامل ہیں۔

(الف) سلسلہءکوہِ ہمالیہ:

پاکستان کے شمال مشرقی حصے میں دنیا کا سب سے بلند پہاڑ ہمالیہ واقع ہے۔کوہِ ہمالیہ کے متوازی سلسلے ایک مـ ـن کی صورت میں بھارت کے مشرقی حصے تک تقریباً 2430 کلومیٹر تک کی لمبائی میں پھیلے ہوئے ہیں۔اِن سلسلوں میں بے شمار خوبصورت اور حسین وادیاں واقع ہیں۔اِن سلسلوں کو مندرجہ ذیل چار بڑے حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

i۔ شوالک کی پہاڑیاں / ہمالیہ بیرونی کا سلسلہ:

یہ پہاڑیاں شمال میں بلند ہورہی ہیں، جہاں بالائی سندھ طاس ختم ہوتا ہے۔ یہ پہاڑیاں ہمالیہ کے جنوب میں ضلع سیالکوٹ سے راولپنڈی کے شمالی حصے تک پھیلی ہوئی ہیں۔اُن کی اوسط بلندی 300 میٹر تا 1000 میٹر ہے۔

ii۔ پیر پنجال / ہمالیہ صغیر کا سلسلہ:

شوالک کے پہاڑی سلسلے اور کوہِ قراقرم کے قریب یہ پہاڑی سلسلہ واقع ہے۔ یہ سلسلہ شوالک کی پہاڑیوں کے شمال سے شروع ہوتا ہے، یہیں سے کوہِ ہمالیہ آہستہ آہستہ 1800 میٹر سے 4600 میٹر تک بلند ہوتا چلا گیا ہے۔مری، ایوبیہ، نتھیا گلی، ایبٹ آباد اور خوبصورت وادیٔ کاغان جیسے پہاڑی تفریحی اور صحت افزا مقامات یہیں واقع ہیں۔اِن پہاڑی سلسلوں کے زیادہ تر حصے برف سے ڈھکے رہتے ہیں۔

iii۔ ہمالیہ کبیر کا سلسلہ:

پیر پنجال کے پہاڑی سلسلے اور کوہِ قراقرم کے درمیان ہمالیہ کبیر کا سلسلہ واقع ہے۔ دنیا کا سب سے زیادہ بلند سلسلہ کوہ پیر پنجال کے شمال سے شروع ہوتا ہے اور اِس سلسلہ کوہ کی اوسط بلندی تقریباً 6500 میٹر ہے۔اِس سلسلہ کوہ کی سب سے زیادہ بلند چوٹی نانگا پربت ہے جو سطح سمندر سے تقریباً 8126 میٹر بلند ہے۔ پاکستان کا سب سے طویل دریائے سندھ کا منبع ان ہی پہاڑی سلسلوں میں ہے۔ کشمیر کی خوبصورت اور حسین وادی بھی اسی سلسلہ کوہ میں ہے۔

iv۔ کوہِ لدّاخ / ہمالیہ اندرونی کا سلسلہ:

ہمالیہ کبیر کے شمال میں پہاڑی سلسلہ کی بلندی پھر کم ہونا شروع ہوجاتی ہے۔اس سلسلہ کو لدّاخ کا پہاڑی سلسلہ یا ہمالیہ اندرونی کا سلسلہ کہتے ہیں۔

(ب) سلسلہ کوہِ قراقرم:

ہمالیہ کبیر کے شمال مغرب میں کوہ قراقرم واقع ہے، جس کے شمال میں کشمیر اور گلگت کے علاقے آتے ہیں۔ کوہِ قراقرم کی اوسط بلندی تقریباً 7000 میٹر ہے۔ پاکستان کی بلندترین اور دنیا کی دوسری بلندترین چوٹی گوڈون آسٹن یا کے۔ٹو سلسلہ قراقرم میں واقع ہے۔ سطح سمندر سے اس کی بلندی 8611 میٹر ہے۔ ان سلسلوں میں کئی گلیشیر پائے جاتے ہیں۔ ان ہی میں سیاچن گلیشیر بھی شامل ہے۔ پاکستان کی شاہراہِ ریشم یا شاہراہِ قراقرم اسی سلسلے سے گزرتی ہے اور چین سے ملاتی ہے۔

شمالی اور شمال مشرقی پہاڑی سلسلے کی اہمیت:

i۔ یہ پہاڑ پاکستان کے لیے بہت فائدہ مند ہیں۔ اپنی بلندی اور ناہموار سطح کی وجہ سے یہ پاکستان کو شمال کی جانب سے ایک قدرتی حصار اور دفاع مہیا کرتے ہیں۔

ii۔ یہ پاکستان کو قطب شمالی سے اُٹھنے والی خون جما دینے والی سرد ہواؤں سے محفوظ رکھتی ہیں۔ ورنہ موسمِ سرما میں پنجاب وخیبر پختونخوا برف سے ڈھکے ہوئے ہوتے اور سردیوں کی طویل لہر اور طویل دورانیہ سے زندگی انتہائی دشوار اور قابلِ رحم ہوجاتی۔

iii۔ مون سون کے موسم میں ان پہاڑوں کی وجہ سے پنجاب اور شمالی علاقوں میں بہت زیادہ بارشیں ہوتی ہیں۔ ان ہی بارشوں کا پانی دریاؤں کے راستے آبپاشی کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

iv۔ موسمِ سرما میں یہ پہاڑ برف سے ڈھک جاتے ہیں جو موسم گرما میں پگھلتی ہے اور زیرِ زمین اس پانی کی سطح کو بلند کرتی ہے جو زراعت کے کام آتا ہے۔

v۔ ہمارے ملک کے اسّی فیصد جنگلات ان ہی پہاڑوں میں واقع ہیں۔ اگرچہ ہمارے ملک کے 4.5 فیصد جغرافیائی رقبے میں جنگلات پھیلے ہوئے ہیں لیکن یہ جنگلات بہت گھنے ہیں اور ملک کے لیے دولت وسرمایہ کا ذریعہ ہیں۔

دوم۔ شمال مغربی پہاڑی سلسلہ:

پاکستان کے شمال مغرب میں واقع سلسلہ کوہ یا پہاڑی سلسلہ کو ہمالیہ کی مغربی شاخیں بھی کہا جاتا ہے۔ شمال مشرقی پہاڑوں کے مقابلے میں یہ کم بلند ہیں۔ کئی وادیاں، چھوٹے دریا اور درّے ان پہاڑوں میں واقع ہیں۔ اِن پہاڑی سلسلوں کو اِن حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

i۔ سلسلہ کوہِ ہندوکش:

یہ پہاڑی سلسلہ (قراقرم کے مغرب میں واقع) سطحِ مرتفع پامیر کی مغربی سمت سے شروع ہوتا ہے۔ اِن سلسلوں کی بلندترین چوٹی ترچ میر ہے جس کی بلندی 7690 میٹر ہے۔ موسم سرما میں یہ پہاڑ برف سے ڈھکے رہتے ہیں۔ خلیجِ بنگال اور بحیرۂ عرب سے اُٹھنے والی مون سون ہواؤں کی حرکت میں کوہِ ہندوکش سدّ راہ بن جاتا ہے۔ یہ اِن پہاڑوں سے نہیں گزر سکتی ہیں اور پاکستان اور بھارت میں بارشوں کا سبب بنتی ہیں۔ یہ پہاڑ وسطی ایشیا سے چلنے والی انتہائی سرد ہواؤں کو روکنے کا ذریعہ بنتے ہیں۔ اس طرح یہ ہوائیں پاکستان کے میدانوں تک نہیں پہنچتی ہیں اور لوگوں کو شدید سردی سے محفوظ رکھتی ہیں۔

ii۔ سلسلہ کوہِ سفید:

یہ سلسلہ کوہ درّہ خیبر اور درّہ کُرّم کے درمیان واقع ہے۔ اس سلسلے کا زیادہ تر حصہ پاکستان میں اور کچھ حصہ افغانستان میں واقع ہے۔ سلسلہ کوہِ سفید شرقاً۔ غرباً پھیلا ہوا ہے۔ اس کی اوسط بلندی 3600 میٹر ہے۔ کوہِ سفید کی چوٹیاں تقریباً تمام سال برف سے ڈھکی رہتی ہیں۔ دریائے کُرّم کوہِ سفید کے جنوب میں بہتا ہے۔ کوہِ سفید میں واقع درّہ خیبر پاکستان کو افغانستان سے ملاتا ہے۔

iii۔ وزیرستان کی پہاڑیاں:

درّہ کرّم اور درّہ گومل کا درمیانی علاقہ وزیرستان کی پہاڑیاں کہلاتا ہے۔ تین دریا یعنی گومل، کرّم اور ٹوچی ان درّوں سے گزرتے ہیں۔ درّہ ٹوچی افغانستان کے مشہور شہر غزنی تک جاتا ہے۔ درّہ گومل پاکستان اور افغانستان کے مابین تجارت کے حوالے سے بہت مشہور ہے۔ ڈیرہ اسماعیل خان اور بنوں کی فوجی چھاؤنیاں ان ہی پہاڑیوں میں واقع ہیں۔

iv۔ سلسلہ کوہِ سلیمان:

یہ سلسلہ دریائے گومل کے جنوب سے شروع ہوتا ہے۔ اس کی بلندترین چوٹی تختِ سلیمان ہے جو سطحِ سمندر سے 3487 میٹر بلند ہے۔ دریائے بولان اس خطے کا سب سے اہم دریا ہے جو درّہ بولان سے گزرتا ہے۔ یہ درّہ کوئٹہ کو سبّی سے ملاتا ہے۔ کوئٹہ ایک بہت اہم فوجی چھاؤنی ہے جو درّہ بولان کے سرے پر واقع ہے۔ اس علاقے سے ایک ریلوے لائن کوئٹہ تک اور پھر اُس کے آگے زاہدان (ایران) تک جاتی ہے۔

v۔ سلسلہ کوہِ کھیرتھر:

یہ سلسلہ کوہِ سلیمان کے جنوب میں زیریں وادئ سندھ کے مغربی سرے ساتھ واقع ہے۔ یہ کم بلند اور خشک پہاڑ

ہیں۔اِن کے جنوب میں دریائے حب اور لیاری ندی بہتے ہیں جو آخر کار کراچی کے قریب بحیرۂ عرب میں گر جاتے ہیں۔

(2) سطح مرتفع:

پاکستان میں مندرجہ ذیل دو سطحِ مرتفع واقع ہیں۔

i۔سطحِ مرتفع پوٹھوہار

ii۔سطحِ مرتفع بلوچستان

i۔ سطحِ مرتفع پوٹھوہار:

یہ سطحِ مرتفع دریائے سندھ اور دریائے جہلم کے درمیان واقع ہے۔اس کی ابتداء دریائے جہلم کے جنوب میں ٹلہ جوگیاں کے قریب سے ہوتی ہے اور جہلم ،میانوالی ،راولپنڈی کے اضلاع اور اسلام آباد کے کچھ حصے تک پھیلا ہوا ہے۔اِن علاقوں کی سطح کٹی پھٹی اور ناہموار ہے۔ اِس سطح مرتفع کی بلندی 300 میٹر تا 600 میٹر ہے۔ اِس علاقے کے مشہور دریا سوان اور ہرو ہیں۔اس علاقے کے بیشتر مقامات پر تیل اور دیگر معدنیات پائی جاتی ہیں۔

کوہِ نمک کا سلسلہ اس سطح مرتفع کے قریب واقع ہے۔نمک کی سب سے بڑی کان کھیوڑہ اسی سلسلے میں واقع ہے۔ یہ سلسلہ دریائے جہلم کے جنوب میں ٹلہ جوگیاں سے شروع ہوتا ہے اور میانوالی ،بنوں اور ڈیرہ اسماعیل خان کے کچھ حصوں تک پھیل جاتا ہے۔اس سلسلہءکوہ کی اوسط بلندی 700 میٹر ہے۔اِس کی بلندترین چوٹی سکیسر 1500 میٹر بلند ہے۔یہ پورا علاقہ تقریباً بنجر ہے۔لیکن جپسم ،کوئلے اور نمک جیسی معدنیات اِس سلسلہءکوہ میں پائی جاتی ہیں۔

ii۔ سطحِ مرتفع بلوچستان:

یہ سطحِ مرتفع کوہِ سلیمان اور کھیر تھر کے مغرب میں واقع ہے۔اِس کی بلندی 650 میٹر ہے۔شمال میں ٹوبہ کاکڑ اور چاغی کے پہاڑی سلسلے بلوچستان کو افغانستان سے جدا کرتے ہیں۔اِن پہاڑی سلسلوں میں زیارت اور مسلم باغ کی چوٹیاں زیادہ بلند ہیں۔اُن کی بلندی 2133 میٹر ہے۔اِس سطح مرتفع کے جنوب میں مکران کے پہاڑی سلسلے ہیں۔جبکہ وسط میں وسطی براہوی شمالی مکرانی سلسلے واقع ہیں۔شمال مغرب میں ایک بڑا رقبہ ریگستان ہے۔یہاں ایک نمکین پانی کی جھیل ہے، جسے ہامون مشخیل کہتے ہیں۔اس میں کئی چھوٹے چھوٹے دریا گرتے ہیں۔یہ پاکستان کی سب سے بڑی سطح مرتفع ہے، جو پاکستان کے چالیس فیصد رقبہ پر محیط ہے۔شمال مشرق میں بلند پہاڑ واقع ہیں جو موسم سرما میں برف سے ڈھک جاتے ہیں۔اِس سطح مرتفع کے بیشتر علاقوں میں بہت کم بارش ہوتی ہے۔یہ زیادہ تر خشک اور بنجر ہے۔تاہم یہ علاقہ معدنیات

کی دولت سے مالا مال ہے۔اس علاقے کا مشہور دریا ژوب ہے جو کوہِ سلیمان سے نکلتا ہے۔اس سطح مرتفع کے دیگر دریاؤں میں پورالی، ہنگول اور دشت شامل ہیں۔

(3) میدانی علاقے:

پاکستان کے میدانی علاقے دریائے سندھ اور اُس کے معاون دریاؤں کی لائی ہوئی مٹی سے بنے ہیں۔ یہ وسیع وعریض میدانی علاقے تین حصّوں میں تقسیم کیے جاسکتے ہیں۔

i۔ دریائے سندھ کا بالائی میدان

ii۔ دریائے سندھ کا زیریں میدان

iii۔ دریائے سندھ کا ڈیلٹائی میدان

i۔ دریائے سندھ کا بالائی میدان:

دریائے سندھ کے مشرقی معاون دریا یعنی جہلم، چناب اور راوی کا پانی مٹھن کوٹ کے مقام پر دریائے سندھ میں شامل ہو جاتا ہے۔ مٹھن کوٹ سے اوپر کا علاقہ دریائے سندھ کا بالائی میدان کہلاتا ہے۔ یہ سطح سمندر سے 200 تا 300 میٹر بلند ہے۔ دریائے سندھ کا بالائی میدان اِن دریاؤں کی لائی ہوئی زرخیز مٹی سے بنا ہے۔ تاہم سرگودھا، چنیوٹ اور سانگلہ کے قریب خشک پہاڑیاں پائی جاتی ہیں۔ بارشوں کے کم اوسط کی وجہ سے آبپاشی کے بغیر زراعت ممکن نہیں ہے۔ اِسی لیے دنیا کا عظیم ترین نہری نظام اِس میدان میں بچھایا گیا ہے۔ یہ میدانی علاقہ زرعی پیداوار گندم، چاول، گنا، کپاس، مکئی اور دالوں وغیرہ کا مرکز ہے۔

ii۔ دریائے سندھ کا زیریں میدان:

مٹھن کوٹ سے نیچے کا علاقہ دریائے سندھ کا زیریں میدان کہلاتا ہے۔ اِس میں بڑی حد تک صوبہء سندھ کا علاقہ شامل ہے۔ اِس علاقے میں دریائے سندھ کا بہاؤ بہت سست ہو جاتا ہے کیونکہ زمین زیادہ ہموار ہے اور کم ڈھلان رکھتی ہے یہی وجہ ہے کہ دریا کی تہہ پہاڑوں سے اپنی لائی مٹی کے جمع ہونے سے برابر اونچی ہوتی رہتی ہے۔ چنانچہ دریائے سندھ آس پاس کے علاقے سے زیادہ بلندی پر بہتا ہے۔ اِس علاقے میں بارشیں بہت کم ہوتی ہیں۔ اِسی لیے زراعت کو آبپاشی کے ذریعے پانی کی ضرورت ہوتی ہے۔ دریائے سندھ کے اس حصے میں نہری نظامِ آبپاشی کی بدولت مختلف اقسام کی فصلیں اُگتی ہیں۔

iii۔ دریائے سندھ کا ڈیلٹائی میدان:

جیسے جیسے دریائے سندھ کا سفر بحیرۂ عرب کی جانب جاری رہتا ہے اُس کی روانی بہت آہستہ ہوتی جاتی ہے اور پھر ٹھٹھہ کے نزدیک یہ ڈیلٹا بناتا ہے جہاں یہ بہت سی مختلف شاخوں میں تقسیم ہوجاتا ہے۔ سمندری لہروں نے تقریباً 40 کلومیٹر تک ساحلی علاقے کو دلدلی زمین میں بدل دیا ہے۔

4۔ ریگستانی علاقے بشمول ساحلی علاقے:

پاکستان کے جنوب مشرق میں ایک وسیع وعریض علاقہ ریت کے ٹیلوں سے بھرا ہوا ہے۔ یہ ٹیلے اپنی جگہ بدلتے رہتے ہیں۔ پاکستان کے ریگستانی علاقوں میں بارشیں بہت کم ہوتی ہیں اس لیے اِن ریگستانوں میں قدرتی نباتات نہیں پائی جاتی ہیں۔ پاکستان کے کچھ میدانی علاقے بھی ریگستان یا نیم ریگستانی علاقے کہلاتے ہیں۔ کیوں کہ اُن کی طبعی حالات میدانی علاقوں سے مختلف ہیں۔ اِن میں سے چند صوبہء پنجاب میں اور کچھ صوبہء سندھ میں واقع ہیں۔ یہ علاقے حسبِ ذیل ہیں۔

(i) تھل کا ریگستانی علاقہ:

تھل ضلع میانوالی، مظفرگڑھ اور ڈیرہ غازی خان میں واقع ہے۔ اِس کا تین چوتھائی رقبہ ریت کے بڑے بڑے ٹیلوں پر مشتمل ہے۔ اگرچہ کہ اس کے زیادہ تر علاقوں کو دریائے سندھ کے نہری پانی سے کاشت کیا جاتا ہے۔

(ii) چولستان کا ریگستانی علاقہ:

بہاولپور ریجن کا تقریباً ساٹھ فیصد رقبہ اور اس کا جنوب مشرق علاقہ صحرائے چولستان میں واقع ہے۔ اس کا زیادہ تر علاقہ بھارت میں ہے۔ یہ صحرا ریت کے ٹیلوں اور کانٹے دار جھاڑیوں کے جھنڈ اور کیکر اور ببول کی جھاڑیوں سے بھرا ہوا ہے۔

(iii) تھر اور نارا کا ریگستانی علاقہ:

تھر اور نارا کا صحرائی علاقہ صوبہ سندھ کے خیرپور کے سرحدی علاقوں، ضلع تھرپارکر اور عمرکوٹ کے جنوبی حصوں اور ضلع سانگھڑ میں پھیلا ہوا ہے۔ درحقیقت یہ بھارت کے صحرائے راجستھان کا تسلسل اور پھیلاؤ ہے۔ اِس صحرا میں کوئی مستقل یا دائمی دریا یا ندی نہیں ہے۔ اس لیے اِس علاقے کے جغرافیائی خدوخال کی تشکیل میں ہواؤں کے عمل دخل کو غلبہ حاصل ہے۔ وسیع وعریض ریتلے میدان اور لاتعداد مٹی کے ٹیلے اِس منظر پر چھائے ہوئے ہیں۔ زراعت کے لحاظ سے یہ

انتہائی بنجر علاقہ ہے۔ آبپاشی کی سہولیات کی توسیع سے کچھ علاقوں میں زراعت ممکن ہوسکی ہے۔ اِس کی فطری نباتات میں کانٹے دار جھاڑیاں شامل ہیں۔

(iv) چاغی اور خاران کا ریگستانی علاقہ:

بلوچستان کے شمال مغربی اضلاع چاغی اور خاران کا علاقہ خشک ترین خطہ ہے۔ یہاں بارش کی اوسط صرف 25 ملی لیٹر کے قریب ہے۔ یہ بے آب وگیاہ خطہ انتہائی کم آباد ہے۔ یہاں آبادی کی گنجائش صرف 4 افراد فی مربع کلومیٹر ہے۔

ساحلی علاقہ:

پاکستان کے ساحلی علاقے کی لمبائی تقریباً 1050 کلومیٹر ہے۔اس کے دو حصّے ہیں۔ پہلا حصّہ ایران کی سرحد اور دریائے حب کے درمیان واقع ہے جوکہ مکران کا ساحل کہلاتا ہے۔اِس کی لمبائی 500 کلومیٹر ہے۔ دوسرا حصّہ سندھ کا ساحل کہلاتا ہے۔ اِس کی لمبائی 200 کلومیٹر ہے۔ یہ دریائے حب کے ڈیلٹا اور شاہ بندر (ضلع ٹھٹہ) کے درمیان واقع ہے۔

پاکستان کا تمام ساحلی علاقہ بحیرۂ عرب کے ساتھ واقع ہے۔ پاکستان کی سب سے اہم بندرگاہ کراچی ہے۔ دوسری بندرگاہوں میں پورٹ قاسم، سونمیانی اور مارا، پسنی، گوادر اور جیوانی شامل ہیں۔

3۔ آب وہوا:

کسی علاقے یا ملک کی طویل عرصے کی موسمی کیفیات کا مطالعہ آب وہوا کہلاتا ہے۔موسمی کیفیات سے مراد ہوا کا دباؤ، درجہءحرارت، رطوبت (نمی) اور بارش کی اوسط ہیں۔

پاکستان خطِ سرطان (Tropic of Cancer) کے شمال میں واقع ہے جبکہ یہ ملک مون سون آب وہوا کے خطے کے انتہائی مغرب میں واقع ہے۔لہٰذا اس ملک کی آب وہوا خشک اور گرم ہے۔ پاکستان کے شمال میں کچھ علاقے نیم گرم مرطوب ہیں جبکہ پہاڑی علاقوں میں سطح سمندر سے بلندی کے باعث پہاڑی آب وہوا پائی جاتی ہے۔ پاکستان کے میدانی علاقوں میں جنوری کے مہینے کا کم ازکم درجہءحرارت اوسطاً 4 درجے سینٹی گریڈ اور زیادہ سے زیادہ اسی ماہ کا درجہء حرارت 24 درجے سینٹی گریڈ تک رہتا ہے جبکہ موسم گرما یعنی جون جولائی کے مہینے کا کم ازکم درجہءحرارت 30 درجے سینٹی گریڈ اور زیادہ سے زیادہ اسی مہینے کا درجہ حرارت 48 درجے سینٹی گریڈ تک رہتا ہے۔ جیکب آباد، نواب شاہ اور سبی کا درجہء حرارت زیادہ سے زیادہ 50 درجے سینٹی گریڈ تک ریکارڈ کیا گیا ہے۔

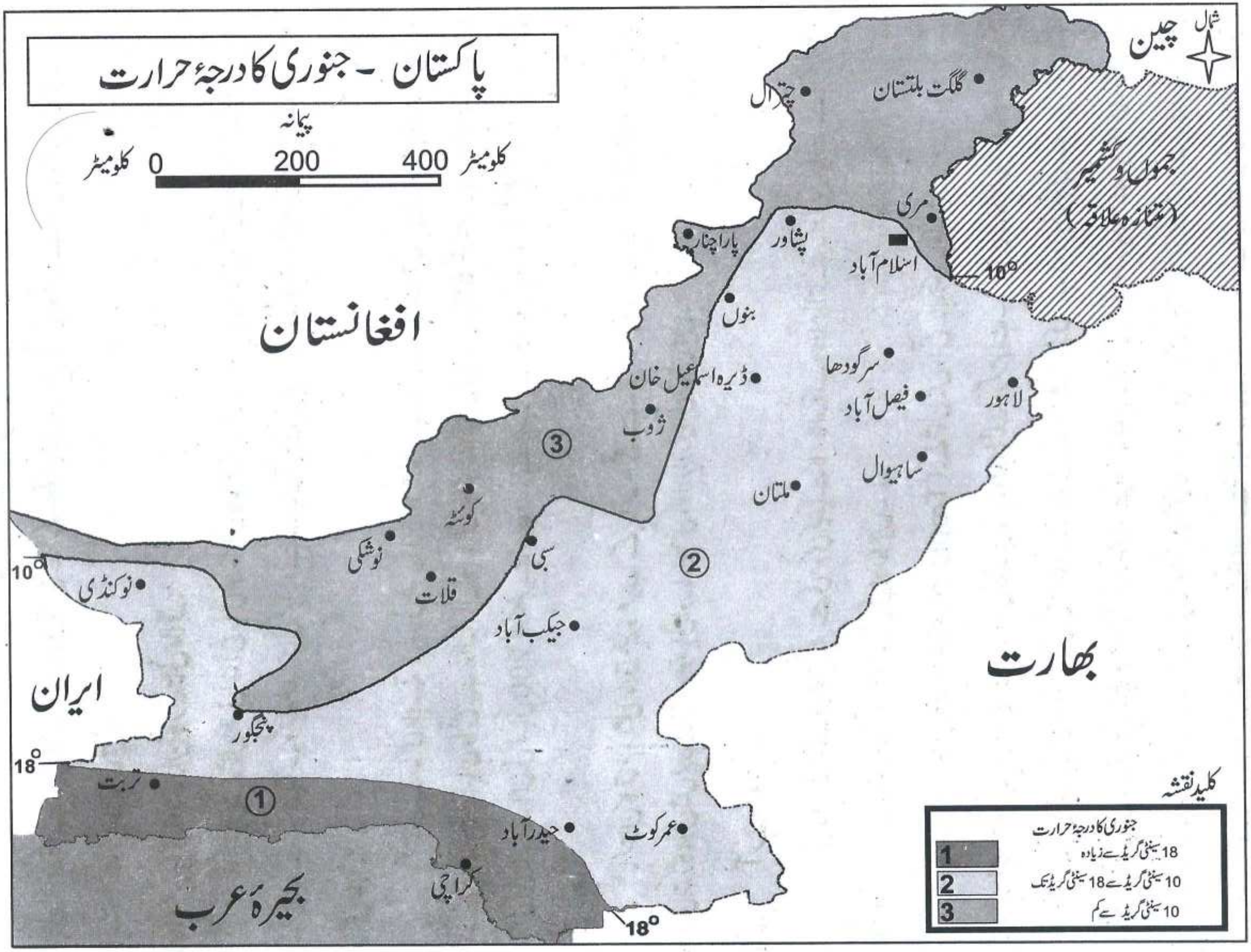
پاکستان - جنوری کا درجۂ حرارت
پیمانہ
0 200 400 کلومیٹر
کلومیٹر
شمال
چین
گلگت بلتستان
چترال
جموں و کشمیر
(متنازہ علاقہ)
مری
پشاور
پاراچنار
اسلام آباد
10°
بنوں
افغانستان
ڈیرہ اسماعیل خان
سرگودھا
فیصل آباد
لاہور
ژوب
3
ساہیوال
ملتان
کوئٹہ
نوشکی
سبی
2
10°
نوکنڈی
قلات
جیکب آباد
بھارت
ایران
پنجگور
18°
تربت
1
کلید نقشہ
جنوری کا درجہ حرارت
1 18 سینٹی گریڈ سے زیادہ
2 10 سینٹی گریڈ سے 18 سینٹی گریڈ تک
3 10 سینٹی گریڈ سے کم
حیدر آباد
عمر کوٹ
کراچی
بحیرہ عرب
18°

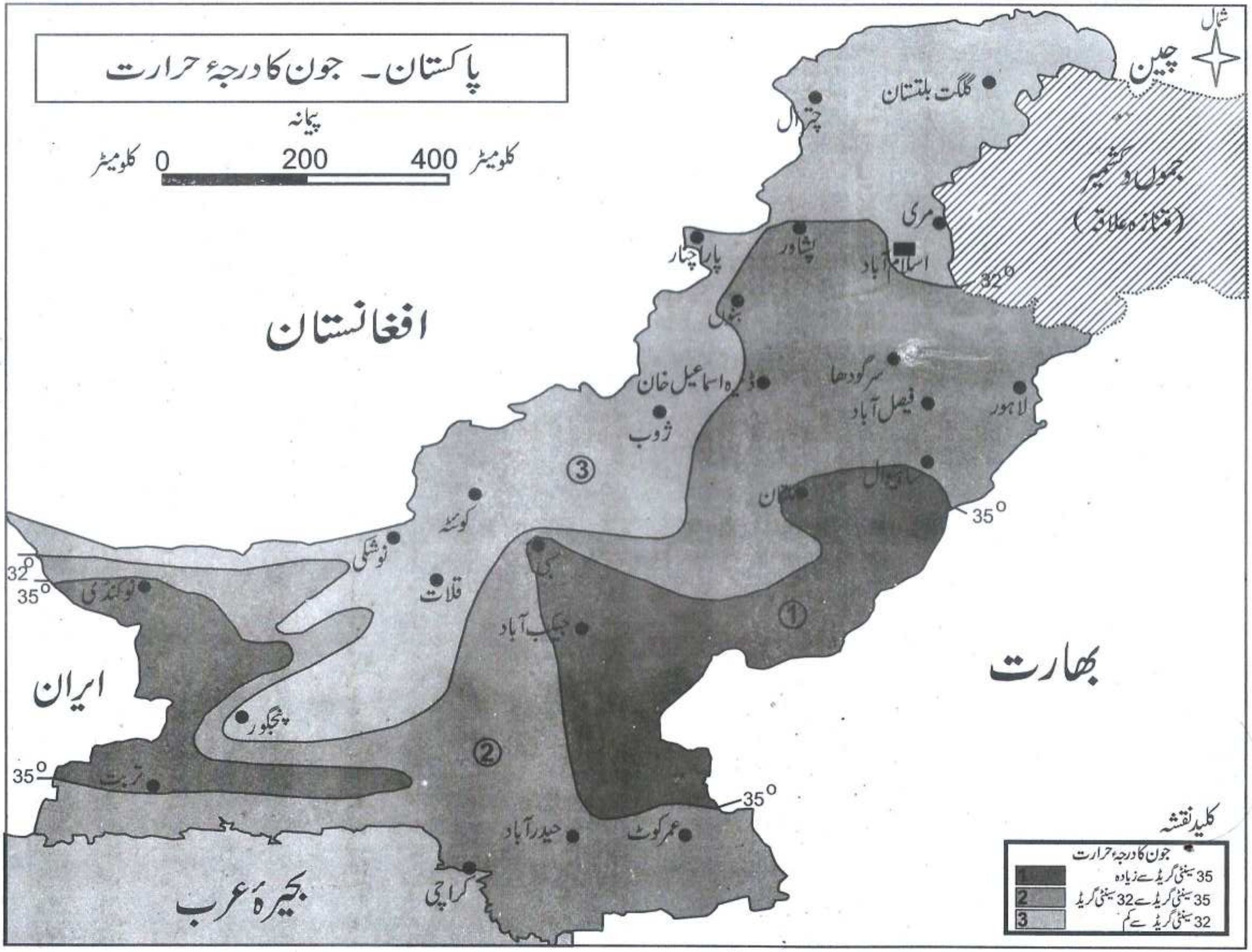
پاکستان۔ جون کا درجۂ حرارت
پیمانہ
کلومیٹر 0 200 400 کلومیٹر
شمال
چین
جموں و کشمیر
(متنازعہ علاقہ)
گلگت بلتستان
چترال
مری
اسلام آباد
پشاور
پاراچنار
بنوں
افغانستان
ڈیرہ اسماعیل خان
ژوب
سرگودھا
فیصل آباد
لاہور
ساہیوال
ملتان
کوئٹہ
نوشکی
قلات
سبی
جیکب آباد
نوکنڈی
ایران
پنجگور
تربت
حیدر آباد
عمرکوٹ
کراچی
بحیرۂ عرب
بھارت
32°
35°
کلید نقشہ
جون کا درجۂ حرارت
1 35 سینٹی گریڈ سے زیادہ
2 35 سینٹی گریڈ سے 32 سینٹی گریڈ
3 32 سینٹی گریڈ سے کم

سالانہ درجہ ءحرارت ، سالانہ بارش اور مجموعی فضائی کیفیات کو مدّ نظر رکھتے ہوئے پاکستان کو مندرجہ ذیل چار آب ہوائی خطوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

(1) برّی آب وہوا کا پہاڑی خطہ

(2) برّی آب وہوا کا سطح مرتفع خطہ

(3) برّی آب وہوا کا میدانی خطہ

(4) بحری آب وہوا کا ساحلی خطہ

(1) برّی آب وہوا کا پہاڑی خطہ:

آب وہوا کے اس خطہ میں پاکستان کے تمام شمال مشرقی اور شمال مغربی پہاڑی علاقے شامل ہیں۔ یہاں کی آب وہوا کی خصوصیت میں موسم سرما سرد ترین ہوتا ہے۔ عموماً برف باری ہوتی ہے، موسم گرما ٹھنڈا ہوتا ہے جبکہ موسم سرما اور بہار میں بارشیں اور اکثر دھند ہوتی ہے۔

اس خطہ کے کچھ علاقوں مثلاً بیرونی ہمالیہ، مری اور ہزارہ میں تقریباً سارا سال بارشیں ہوتی ہیں۔ زیادہ تر بارشیں موسم گرما کے آخر میں ہوتی ہیں۔

(2) برّی آب وہوا کا سطح مرتفع خطہ:

آب وہوا کے اس خطہ میں زیادہ تر بلوچستان کا علاقہ آتا ہے۔ مئی سے وسط ستمبر تک گرم اور گرد آلود ہوائیں مسلسل چلتی رہتی ہیں۔ سبی اور جیک آباد اسی خطہ میں واقع ہیں جنوری اور فروری کے مہینوں میں کچھ بارشیں ہوتی ہیں۔ موسم شدید گرم، خشک اور گرد آلود ہوائیں اس خطے کی اہم خصوصیات ہیں۔

(3) برّی آب وہوا کا میدانی خطہ:

آب وہوا کے اس خطہ میں دریائے سندھ کا بالائی (صوبہ ءپنجاب) اور زیریں میدان (صوبہ ءسندھ) شامل ہیں۔ اس خطے کی آب وہوا میں موسم گرما میں زیادہ درجہ حرارت رہتا ہے اور موسم گرما کے آخر میں مون سون ہواؤں سے شمالی پنجاب میں زیادہ بارشیں ہوتی ہیں جبکہ بقیہ میدانی علاقے میں بارشیں کم ہوتی ہیں۔ موسم سرما میں بھی بارش کی یہی صورت حال رہتی ہے۔ تھل اور جنوب مشرقی صحرا خشک ترین علاقے ہیں یعنی بارش بہت کم ہوتی ہے۔

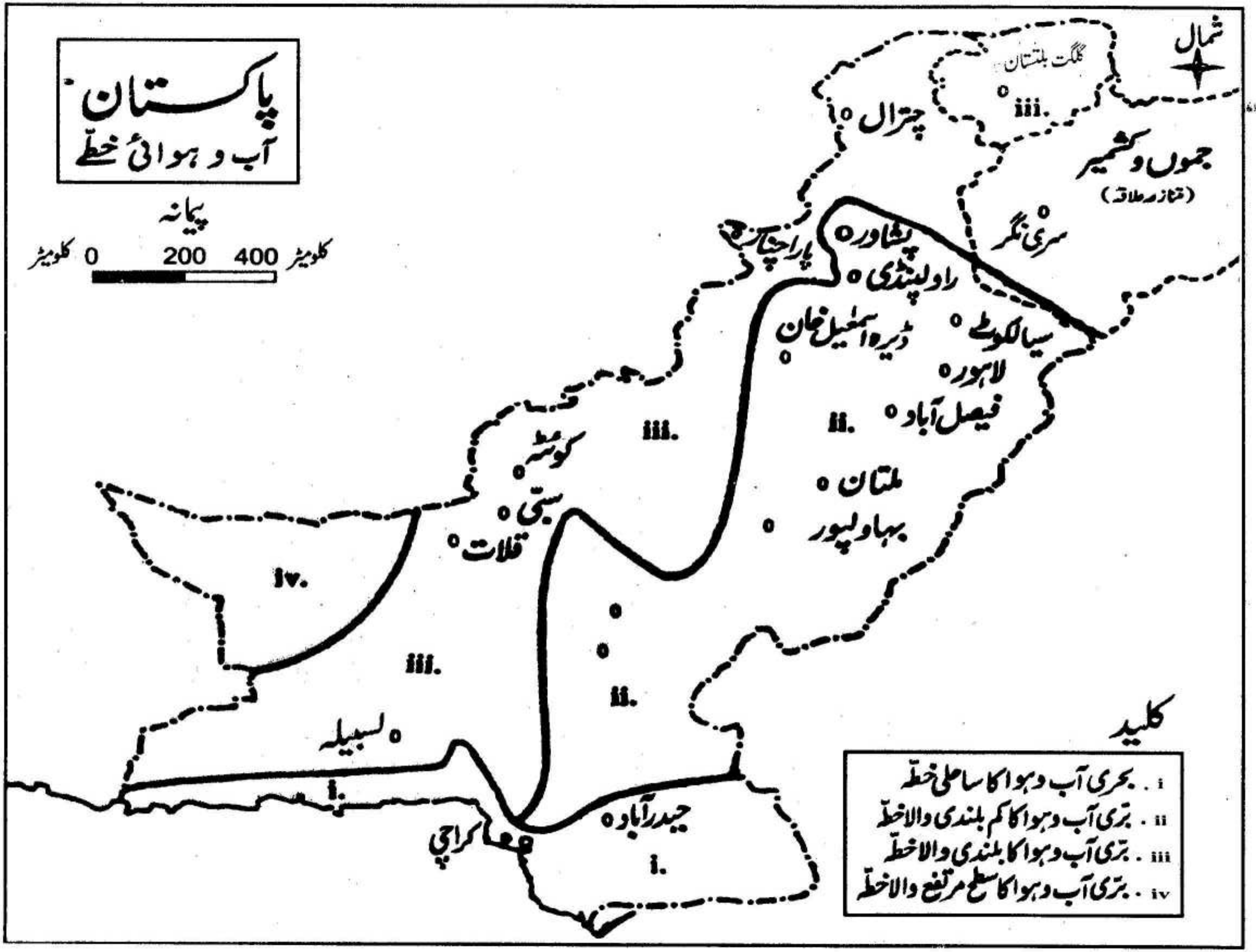
پاکستان
آب و ہوائی خطے
پیمانہ
0 200 400 کلومیٹر
کلومیٹر
شمال
گلگت بلتستان
چترال
جموں و کشمیر
(متنازعہ علاقہ)
سری نگر
پشاور
پاراچنار
راولپنڈی
سیالکوٹ
ڈیرہ اسمٰعیل خان
لاہور
فیصل آباد
ملتان
بہاولپور
کوئٹہ
سبی
قلات
لسبیلہ
کراچی
حیدرآباد
i.
ii.
iii.
iv.
کلید
i . بحری آب و ہوا کا ساحلی خطہ
ii . بری آب و ہوا کا کم بلندی والا خطہ
iii . بری آب و ہوا کا بلندی والا خطہ
iv . بری آب و ہوا کا سطح مرتفع والا خطہ

(4) بحری آب وہوا کا ساحلی خطہ:

آب وہوا کے اس خطہ میں صوبہ سندھ اور بلوچستان کے ساحلی علاقے شامل ہیں۔ سالانہ اور روزانہ درجہ حرارت میں بہت کم فرق ہوتا ہے۔ موسم گرما کے دوران نسیم بحری (سمندر سے آنے والی ہوائیں) چلتی ہیں۔ ہوا میں نمی زیادہ ہوتی ہے۔ سالانہ اوسط درجہ حرارت 32 درجے سینٹی گریڈ ہوتا ہے۔ بارش 180 ملی میٹر سے کم ہوتی ہے۔ مئی اور جون گرم ترین مہینے ہیں۔ لسبیلہ کے ساحلی میدان میں بارشیں موسم گرما اور سرما دونوں موسموں میں ہوتی ہیں۔

پاکستان اگرچہ مون سون آب وہوا کے خطے میں واقع ہے لیکن اس خطے کے انتہائی مغربی حصے میں ہونے کی وجہ سے خطے کی خصوصیات کا حامل نہیں ہے۔ لہٰذا پاکستان کی آب و ہوا خشک (Arid)، گرم (Hot) اور براعظمی (Continental) قسم کی ہے۔ درجہ حرارت میں انتہائی طنوع (Extreme Variations) ہے۔ پاکستان کا بہت بڑا حصہ سمندر سے دور واقع ہے۔

آب وہوا کا زندگی پر اثر:

آب وہوا سے انسانی حیات وزندگی پر گہرے اثرات پڑتے ہیں۔ کسی جگہ کی آب وہوا اور موسمی کیفیات اُس علاقے کے مکینوں کے بودوباش کے طریقوں، لباس، غذا، پیشوں، مصروفیات، کھیل، رسوم ورواج اور معاشی اور اقتصادی سرگرمیوں کو بہت زیادہ متاثر کرتی ہیں۔ پاکستان رقبے کے لحاظ سے ایک وسیع وعریض ملک ہے۔ اِس لیے اِس کے مختلف خطوں کی آب وہوا میں نمایاں فرق ہے۔ اِس کی وجہ سے مختلف علاقوں کے عوام کے رہن سہن کے طریقوں اور رسوم ورواج میں نمایاں فرق نظر آتا ہے۔

پاکستان کے شمالی پہاڑی علاقوں میں موسم سرما شدید نوعیت کا ہوتا ہے۔ درجہ حرارت نقطہ انجماد سے بھی نیچے گر جاتا ہے اور اکثر علاقے برف سے ڈھک جاتے ہیں۔ اِس شدید سردی کے باعث اِس علاقے کی اِنسانی، حیوانی اور نباتاتی زندگی بری طرح متاثر ہوتی ہے۔ اس علاقے کے لوگ سردیاں شروع ہونے سے قبل ہی ضروری غذائی اجناس اور مویشی جمع کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ سردیوں میں لوگ موسم سرما میں روزی کمانے کی غرض سے عارضی طور پر میدانی علاقوں میں نقل مکانی کر جاتے ہیں اور موسم گرما شروع ہوتے ہی اپنے گھروں کو واپس لوٹ آتے ہیں۔ گرمیوں کے شروع ہوتے ہی جب برف پگھلنا شروع ہوتی ہے تو زندگی کی گہما گہمی شروع ہو جاتی ہے۔ اِس موسم کے مختصر عرصے میں درخت، پودے، گھاس وغیرہ جلدی پھلتے پھولتے اور پروان چڑھتے ہیں۔ سردیوں میں جو چشمے، ندی نالے منجمد ہو گئے تھے اُن میں شفاف پانی بہنا شروع ہو جاتا ہے، جس سے اِس علاقے کے حسن میں مزید اضافہ ہوتا ہے۔ لوگ اپنی بیرونِ خانہ سرگرمیاں یعنی

زراعت، تجارت اور محنت مزدوری وغیرہ دوبارہ شروع کر دیتے ہیں۔ شمالی علاقوں کے عوام کی صحت پر بھی اس سرد آب وہوا کے اثرات پڑتے ہیں۔ وہ جسمانی طور پر بہت مضبوط ہوتے ہیں۔ اُن کا رنگ گورا ہوتا ہے۔ وہ سخت جفاکش اور بہادر ہوتے ہیں۔ سخت طرزِ زندگی نے اُن کو باہمت، جرأت منداور مضبوط بنا دیا ہے۔

پاکستان کے میدانی علاقوں کی آب وہوا میں شدت پائی جاتی ہے۔ یعنی موسم گرما میں شدید گرمی اور موسم سرما میں شدید سردی پڑتی ہے۔ سردیوں میں دل جمعی اور خوشدلی سے کام کرنا آسان ہوتا ہے۔ جبکہ گرمیوں میں کارکردگی کم ہو جاتی ہے۔ گرمیوں میں ہلکے کپڑے پہنے جاتے ہیں جبکہ سردیوں میں موٹے اونی کپڑے استعمال میں آتے ہیں۔ ان علاقوں کی زمین اور آب وہوا دونوں زراعت کے لیے انتہائی موزوں ہیں۔ موسم سرما و گرما میں مختلف فصلیں پیدا ہوتی ہیں۔ چوں کہ اِن علاقوں میں کثیر مقدار میں غذائی اجناس، سبزیاں اور پھل پیدا ہوتے ہیں اِس لیے یہاں کے لوگ بہت خوشحال ہیں۔ شمالی علاقوں کی بہ نسبت میدانی علاقے زیادہ گنجان آباد ہیں۔ ذرائع آمد ورفت اور نقل وحمل سہولت کے ساتھ دستیاب ہیں۔ یہاں کے عوام بالواسطہ یا بلا واسطہ زراعت سے وابستہ ہیں۔ یہاں تعلیمی اور زندگی کی دیگر تمام سہولتیں میسر ہیں۔ لوگوں کے پاس روزگار کے بے شمار مواقع موجود ہیں۔

پاکستان کے زیادہ تر جنوبی حصے اور علاقے ریگستان وصحرا ہیں اور سخت گرم ہیں۔ یہاں گرد آلود آندھیاں چلتی ہیں اور ریت کے طوفان بکثرت آتے ہیں۔ یہاں کے رہنے والے خود کو گرمی اور لو سے بچانے کی خاطر موٹے موٹے کپڑے پہنتے ہیں اور سر پر پگڑی باندھتے ہیں اور اپنے جسموں کو کپڑے سے ڈھانپ کر رکھتے ہیں۔ یہ لوگ راتوں کو سفر کرتے ہیں کیوں کہ راتوں کو صحرا نسبتاً ٹھنڈے ہوتے ہیں۔ یہاں کے لوگ بھیڑ، بکریاں اور دیگر مویشی پالتے ہیں۔ جن علاقوں میں نہروں کے ذریعے آبپاشی ہوتی ہے وہ زیر کاشت ہیں۔

سطح مرتفع بلوچستان کی آب وہوا بھی شدید قسم کی ہے۔ موسمِ سرما میں اکثر علاقوں میں شدید سردی پڑتی ہے اور بعض مقامات پر برف باری بھی ہوتی ہے۔ سردیوں میں عوام اندرونِ خانہ سرگرمیوں میں مصروف ہوتے ہیں۔ اور زیادہ تر وقت فروخت کرنے کے لیے تحفے تحائف تیار کرنے میں گزارتے ہیں۔ ان سرد علاقوں کے بعض لوگ گرم علاقوں کی طرف نقل َمکانی کر جاتے ہیں اور گرمیوں میں واپس لوٹ آتے ہیں۔ موسمِ گرما میں بلوچستان کے میدانی علاقے انتہائی گرم ہوتے ہیں۔ لوگ ڈھیلے ڈھالے کپڑے پہنتے ہیں۔ زمین دوز مصنوعی ندی نالوں کے ذریعے پانی جمع کیا جاتا ہے۔ انھیں ''کاریز'' کہا جاتا ہے۔ اب اِن میں بیشتر کاریز خشک ہوگئی ہیں۔ اب کچھ بند زیرِ تعمیر ہیں تا کہ پینے کے لیے اور کاشتکاری کے لیے پانی مہیا ہو سکے۔

مختصر یہ کہ شدید سرد علاقوں کے لوگ گرم اونی اور موٹے کپڑے پہنتے ہیں۔ مکانات بناتے ہیں جن کے کمرے چھوٹے ہوتے ہیں تاکہ وہ جلد اور آسانی سے گرم ہوسکیں۔ ان علاقوں کے رہنے والے افراد اپنی غذا استعمال کرتے ہیں جن میں لحمیات (پروٹین) اور چکنائی زیادہ ہوتی ہے تاکہ اُن کو مناسب حرارت مل سکے۔ وہ چکنا گوشت اور گندم اور مکئی کی روٹی کھاتے ہیں۔ وہ چائے اور کافی پیتے ہیں۔ سرد علاقوں میں نقل وحرکت بہت کم اور دشوار ہوتی ہے۔ برف باری کے دوران سڑکیں بند ہوجاتی ہیں اور لوگ اپنے گھروں میں محصور ہو کر رہ جاتے ہیں۔ اِسی لیے سرد علاقے کم گنجان آباد ہوتے ہیں۔ موسمِ سرما میں کوئی تفریح اور دلچسپی نہیں ہوتی ہے۔ موسم گرما مختصر مگر بہت خوشگوار ہوتا ہے۔ ملازمتوں کے مواقع بہت محدود ہوتے ہیں۔ اِسی لیے اِن علاقوں کے عوام زیادہ خوشحال نہیں ہیں۔

سرد علاقوں کے مقابلے میں زیریں میدانوں اور صحرائی علاقوں میں رہنے والے افراد گرمیوں کے گرم موسم کی وجہ سے ڈھیلے ڈھالے کپڑے پہنتے ہیں۔ اُن کے مکانات کھلے اور ہوا دار ہوتے ہیں۔ گرم علاقوں کے لوگ گندم کی روٹی، چاول اور مچھلی کھاتے ہیں۔ وہ مختلف اقسام (مختلف النوع) کے شربت پیتے ہیں۔ یہاں کے لوگ سارا سال کھیتی باڑی اور زراعت میں مصروف رہتے ہیں۔ یہاں کے رہنے والے افراد مختلف قسم کی ملازمتیں کرتے ہیں۔ جن میں کاروبار، تجارت اور سرکاری دفاتر اور نجی اداروں اور شعبوں میں ملازمتیں شامل ہیں۔ ملازمتوں کے مواقع اور دیگر سہولیات کی فراہمی کی وجہ سے زیریں میدان گنجان آباد ہوتے ہیں۔ زندگی سرگرمیوں سے بھرپور ہوتی ہے اور سرد علاقوں کے عوام کے مقابلے میں یہاں کے لوگ زیادہ خوشحال ہوتے ہیں۔

4۔ ماحولیاتی مسائل (Environmental Problems):

ساری دنیا میں ماحولیاتی آلودگی ایک بہت بڑا مسئلہ بن کے سامنے آئی ہے۔ اِس کی بڑی وجوہات میں بڑھتی ہوئی آبادی، تیز رفتار صنعتی ترقی اور بڑی اور چھوٹی گاڑیوں سے نکلنے والا دھواں ہے۔ ماحولیات (Ecology) کا علم ایک نئے علم کے طور پر اُبھر رہا ہے تاکہ لوگوں کو پانی، ہوا اور فضا اور زمین میں آلودگی سے عوام کو آگاہ کر سکے اور اُن میں شعور پیدا کر سکے۔ پاکستان دنیا کے اُن ممالک میں شامل ہے جہاں ماحولیاتی آلودگی روز بروز بڑھ رہی ہے۔ آیئے ہم ماحولیاتی آلودگی کی تعریف کریں:

ماحولیاتی آلودگی:

آلودگی کے معنی یہ ہیں کہ زمین، پانی اور فضا میں ایسی تبدیلیاں پیدا ہوجائیں جو اِنسان اور حیوانی حیات پر مضر

اثرات کا باعث ہوں۔ جب مختلف عوامل ہمارے ماحول پر غیر صحتمندانہ تبدیلیاں لاتے ہیں تو اِسی کو ماحولیاتی آلودگی کہتے ہیں۔ یہ ماحولیاتی آلودگی تین اقسام کی ہیں۔

(i) فضائی آلودگی:

انسانی صحت کے لیے صاف ستھرا اور پاکیزہ ماحول اِنتہائی ضروری ہے۔ اِنسانی بقا کے لیے ہوا سب سے زیادہ لازمی عامل ہے۔ فضا میں کئی گیسیں شامل ہیں۔ لیکن فضا میں بنیادی طور سے آکسیجن، نائٹروجن اور کاربن ڈائی آکسائیڈ اور کاربن مونو آکسائیڈ گیسیں شامل ہیں۔ پانی کی تبخیر تقریباً چار فیصد ہوتی ہے۔ لیکن دھواں، ایندھن کی کالک، کاربن ڈائی آکسائیڈ اور کاربن مونو آکسائیڈ ماحول کو آلودہ کرتی ہیں۔ مضر اثرات والی گیسیں بھی فضا میں شامل ہیں۔ ہر بالغ شخص کو روزانہ تقریباً 15 کلوگرام ہوا کی ضرورت ہوتی ہے۔ اِستعمال شدہ گیسیں دوبارہ فضا کا حصہ بن جاتی ہیں۔ اِس کی وجہ سے فضا میں گیسوں کا تناسب برقرار رہتا ہے۔ لیکن اِن گیسوں کا فطری اور قدرتی تناسب بے شمار اِنسانی سرگرمیوں کی وجہ سے بڑی تیزی سے تبدیل ہو رہا ہے۔ دھواں، زہریلے بخارات، جوہری فضلہ وغیرہ ہماری فضا کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ اِس کو ''فضائی آلودگی'' کہتے ہیں۔ حیات اِنسانی، نباتات و جمادات اور عمارتوں پر مضر صحت اثرات پڑتے ہیں۔ انسان نے اپنی سہولت اور آرام دہ زندگی گزارنے کے لیے مشینیں ایجاد کی ہیں۔ موٹر کاروں، ہوائی جہازوں اور بحری جہازوں کو چلانے کے لیے تیل، گیس اور کوئلہ بطور ایندھن استعمال کیا جاتا ہے۔ اِن سے سیاہ دھواں پیدا ہوتا ہے جو اِنسانی صحت کے لیے مضر اور ضرر رساں ہیں۔ صنعتی ترقی جتنی زیادہ ہوگی فضائی آلودگی بھی اتنی ہی زیادہ ہوگی۔ اِس لیے یہ ضروری ہے کہ اس آلودگی کی بنیادی وجوہات پر نگاہ رکھتے ہوئے اور جائزہ لیتے ہوئے اِس کو کم کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

(ii) آبی آلودگی:

پانی اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم نعمت غیر مترقبہ ہے اور انسانوں کی سب سے اہم بنیادی ضرورت ہے۔ انسانی جسم کے وزن کا تقریباً 70 فیصد پانی پر مشتمل ہے۔ ہمارے اس کرۂ ارض کی سطح کا 71 فیصد پانی اور صرف 29 فیصد خشکی ہے۔ لیکن زمین پر موجود پانی کا صرف 2.8 فیصد حصہ قابل استعمال یا میٹھا ہے۔ یہی میٹھا پانی گھروں میں، کھیتوں میں اور کارخانوں میں استعمال ہوتا ہے۔ زمین کے پانی کا صرف 0.65 فیصد پانی مائع حالت میں ہے اور بقیہ میٹھا پانی برف اور گلیشیر کی شکل میں ہے۔ زمین کا بقیہ 97.2 فیصد نمکین اور کھاری ہے اور پینے کے لیے یا دیگر ضروریات کے لیے ناقابلِ استعمال ہے۔ پانی ایک بہت اچھا محلل ہے۔ اسی لیے اس میں اکثر ٹھوس اشیاء، مائع اور گیسیں حل ہو جاتی ہیں۔ جب ناصاف (گندی)

اشیاء پانی میں شامل ہوتی ہیں تو یہ پانی کثیف ہو جاتا ہے اور اپنی اصلی اور قدرتی شکل کھو دیتا ہے۔ پانی کی یہی حالت یا کیفیت ''آبی آلودگی'' کہلاتی ہے۔آلودہ پانی نہ صرف انسانی صحت کے لیے مضر ہے بلکہ یہ مویشیوں، زراعت، نباتات اور پودوں کے لیے بھی ضرر رساں ہے۔آلودہ پانی سے مختلف خطرناک بیماریاں پھیل سکتی ہیں بلکہ یہ موت کا باعث بھی ہوسکتا ہے۔

(iii) زمینی آلودگی:

زمین بھی کیمیائی، حیاتیاتی اور فضلیاور پر آلودہ ہوجاتی ہے جب اس میں کئی ضرر رساں اشیاء دفن کر دی جاتی ہیں۔فضائی اور آبی آلودگیاں بھی زمینی آلودگی کے ذرائع اور ماخذ میں شامل ہیں۔سیلاب، زلزلے، آتش فشاں پہاڑ اور آگ زمینی آلودگی کا سبب ہیں۔ جب لوگ خطرناک اور ضرر رساں اشیاء زمین میں دفن کرتے ہیں تو اُس سے زمین کی ساخت اور ترکیب کو نقصان پہنچتا ہے۔ وہ عوامل جو زمین کو بنجر اور غیر آباد کر دیتے ہیں حسبِ ذیل ہیں۔

1۔ جنگلات کے رقبے میں کمی۔

2۔ سیم وتھور۔

3۔ فاضل ادویات اور کیمیائی اشیاء کا زمین میں دفن کرنا۔

4۔ مصنوعی کھاد کا بے تحاشہ استعمال۔

5۔ فضائی اور آبی آلودگی۔

5۔ ہمیں کیا کرنا چاہیے:

آلودگی سے بچاؤ اور تحفظ کے لیے ساری دنیا میں بے شمار کانفرنسیں ہوچکی ہیں۔ جہاں روز بروز بڑھتی ہوئی فضائی آلودگی اور فضا کے درجہ ءحرارت پر قابو پانے کے لیے اقدامات پر غور کیا گیا ہے لیکن اب تک اس سمت میں بہت کم پیش قدمی ہوئی ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ بڑے صنعتی ممالک اپنی صنعتوں سے خارج ہونے والی ضرر رساں گیسوں کے اخراج میں آہستہ آہستہ کمی کے لیے مائل نہیں ہیں کیونکہ اِس سے اُن کی صنعتی پیداوار متاثر ہوگی۔

جہاں تک پاکستان کا تعلق ہے تو مندرجہ ذیل اقدام ماحول کی آلودگی کو کم کرنے میں مدد ومعاون ہو سکتے ہیں۔

(i) دریاؤں میں بہانے یا کھائیوں میں جمع کرنے سے قبل زہریلے کیمیائی مادوں کو علیحدہ کر کے صاف کر دیا جائے۔

(ii) شہروں کے گندے پانی کو دریاؤں میں بہانے سے قبل اُن کو بڑے تالابوں میں جمع کر کے مشینوں کے ذریعے صاف کر دیا جائے۔ جیسا کہ دیگر ترقی یافتہ ممالک میں ہوتا ہے۔

(iii) ایسی گاڑیوں پر پابندی عائد کر دی جائے جن سے بہت زیادہ دھواں نکلتا ہو اور جو لوگ اِس کی خلاف ورزی کریں اُن پر جرمانہ عائد کیا جائے۔ تمام کوڑا کرکٹ کو مناسب طریقے سے جلانا چاہیے۔

(iv) ماحولیاتی معاملات میں شامل اداروں کے کردار کو بڑھانا چاہیے اور اُن کو ماحول کو بہتر بنانے کے لیے مناسب فنڈ مہیا کرنے چاہییں۔

(v) انسانی اور حیوانی فضلے کو کھیتوں میں جمع نہیں کرنا چاہیے اور نہ ہی اُنھیں بطور کھاد استعمال کرنا چاہیے۔

(vi) زیادہ سے زیادہ شجر کاری کے انتظامات کرنے چاہییں۔ جنگلات کی کٹائی روک دینی چاہیے۔ کیونکہ جنگلات فضا کو صاف اور پاکیزہ رکھنے کا بہترین ذریعہ ہیں۔

(vii) پولی تھین (پلاسٹک) کی تھیلیوں کا استعمال بند کر دینا چاہیے اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو لوگوں میں یہ آگاہی اور بیداری پیدا کرنی چاہیے کہ وہ اِن تھیلیوں کو کھلی جگہ پر نہ پھینکیں۔

(viii) عوامی اجتماعات کے مقامات، باغات (پارکوں) اور سڑکوں کی عمومی صفائی کے لیے انتظامات کرنے چاہییں۔

(ix) ریڈیو اور ٹیلی وژن کے پروگرام عوام میں فضائی آلودگی کے نقصانات کے بارے میں آگاہی اور شعور پیدا کر سکتے ہیں۔

مشق

الف: مندرجہ ذیل سوالات کے جواب دیجیے:

1۔ آب و ہوا سے کیا مراد ہے؟

2۔ پاکستان کے مختلف آب و ہوائی خطے کون سے ہیں؟

3۔ آب و ہوا انسانی زندگی پر کیسے اثر انداز ہوتی ہے؟

4۔ ماحولیاتی آلودگی سے کیا مراد ہے؟

5۔ ماحولیاتی آلودگی سے اضافہء آبادی کا کیا تعلق ہے؟

6۔ جنوبی ایشیا کے خطے میں پاکستان کے محل وقوع کی اہمیت بیان کیجیے۔

7۔ پاکستان کے طبیعی خدوخال مختصراً بیان کیجیے۔

8۔ شمال مشرقی پہاڑی سلسلوں کے فوائد بتایئے۔

9۔ پاکستان کے ہمسایہ ممالک کے نام بتایئے۔

(ب) خالی جگہوں کو پُر کیجیے۔

(i) پاکستان اور افغانستان کے درمیان طویل سرحد۔۔۔۔۔۔۔۔۔کہلاتی ہے۔

(ii) پاکستان کو۔۔۔۔۔۔۔۔۔آب وہوائی خطوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

(iii) پاکستان کے ساحلی علاقے۔۔۔۔۔۔۔۔اور۔۔۔۔۔۔۔۔ہیں۔

(iv) پاکستان کے بالائی میدانوں کی آب وہوا۔۔۔۔۔۔۔۔۔ہے۔

(v) فضائی کرّہ میں پانی کی تبخیر تقریباً۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ہے۔

(vi) پانی انسانی جسم کے وزن کا تقریباً۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ہے۔

(vii) پاکستان کے شمالی علاقوں کے لوگ موسمِ سرما میں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔سرگرمیوں میں مشغول رہتے ہیں۔

(viii) پاکستان کے جنوب مغرب میں ہمارا ہمسایہ ملک۔۔۔۔۔۔۔۔۔ہے۔

(ix) بلوچستان کا رقبہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔مربع کلومیٹر ہے۔

(x) لفظ فاٹا (FATA) کے معنی ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

(xi) دریائے حب اور لیاری۔۔۔۔۔۔۔۔۔سلسلہء کوہ میں بہتے ہیں۔

(xii) دنیا کی سب سے بڑی نمک کی کان پاکستان کے صوبہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔میں ہے۔